جلد —— 54
شمارہ نمبر– E-05

مئی
2021

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

محمد شعیب شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سودگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	سورہ البقرہ میں شامل مضامین	کنزالایمان	۸
۲	روشن خیالات	ذرائع ابلاغ	۱۱
۳	تقدیر کو حجت بنانا	ذرائع ابلاغ	۱۲
۴	نظم	شاہین رضوی	۱۴
۵	ماؤں کا دن کیوں؟	محمد شکیل اشرف	۱۵
۶	لیلۃ الجائزہ کیا ہے؟	ذرائع ابلاغ	۱۷
۷	ہائے شاپنگ	ملک عبدالرحمٰن علی	۲۰
۸	غزل	ذرائع ابلاغ	۲۲
۹	اصلاحِ معاشرہ میں خواتین کا کردار	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی	۲۳
۱۰	امام ابنِ ماجہ	مفتی محمد رفیع	۲۷
۱۱	ایک سبق ایک درس	ذرائع ابلاغ	۲۹
۱۲	نظم	فیض الحسن	۳۱
۱۳	دلچسپ اور عجیب	ذرائع ابلاغ	۳۲
۱۴	علم کی "آن لائن" شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب	محفوظ علیم	۳۳
۱۵	ریاستِ مدینہ	ذرائع ابلاغ	۳۶
۱۶	آج کا سب سے بڑا سچ	نسیم شاہد	۳۷
۱۷	دریائے دجلہ و فرات	ذرائع ابلاغ	۳۹
۱۸	بے پَر کی اڑانا	ارسلان اللہ خان	۴۲
۱۹	بخشی میاں	عشرت جہاں	۴۴
۲۰	اہلِ قلم	روزنامہ تاثیر	۴۶
۲۱	ماہِ شوال کی فضیلت	امام النووی	۴۹
۲۲	تھوڑا دماغ تو لگائیں	ذرائع ابلاغ	۵۴

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۲۳	طبِ نبوی ﷺ	ذرائع ابلاغ	۵۶
۲۴	یرقان کا علاج	ذرائع ابلاغ	۵۷
۲۵	نظم	شاین اقبال اثر	۵۹
۲۶	عقل بڑی یا بھینس	ایس امتیاز احمد	۶۰
۲۷	احتیاط لازم ہے	ذرائع ابلاغ	۶۱
۲۸	آج کا نوجوان باغی کیوں ہے؟	مسرت راشدی	۶۳
۲۹	خزانہ کہاں گیا؟	جمیلہ آصف	۶۹
۳۰	الوداع ماہِ رمضان	ذرائع ابلاغ	۷۱
۳۱	پاکستانی سیاستدان یا کوڑے دان	حسن نصیر سندھو	۷۶
۳۲	عید کا جوڑا	صوفیہ یزدانی	۷۸
۳۳	یتیموں کے حقوق	مفتی محمد وقاص رفیع	۸۲
۳۴	علم دریچے	ذرائع ابلاغ	۸۷
۳۵	کرونا وائرس کی آپ بیتی	بابر علی رضا	۸۹
۳۶	ہنسی گھر	ذرائع ابلاغ	۹۱
۳۷	بوجھو تو جانیں	ذرائع ابلاغ	۹۲
۳۸	گھریلو ٹوٹکے	ذرائع ابلاغ	۹۳
۳۹	کھانا خزانہ	ذرائع ابلاغ	۹۵
۴۰	بیت بازی	نوائے وقت	۹۷
۴۱	مسنون اذکار	ذرائع ابلاغ	۹۹

عہدیداران واراکین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب محمد شعیب شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبد المالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوۃ سب کمیٹی
۹	جناب صبور احمد صاحب	ناظم یوتھ ونگ سب کمیٹی
۱۰	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوۃ سب کمیٹی
۱۱	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۲	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۳	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۴	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کھوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اہتمام لیں۔۔۔ بہنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے بہنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Acc. Title

Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر:	127-2004054-001	برائے زکوٰۃ
اکاؤنٹ نمبر:	127-2000458-001	برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:	0130-0100026365	برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور ابراہام اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ڈیوٹی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

سورہ البقرہ کے مضامین

زمانۂ نزول:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے فرمان کے مطابق مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی ” سورۂ بقرہ “نازل ہوئی (جس سے مراد ہے کہ اس سورت کی آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں۔) سوائے آیت نمبر ۲۸۱ کے کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

سورۃ البقرۃ میں رکوع، آیات، کلمات اور حروف کی تعداد:

اس سورت میں ۴۰ رکوع، ۲۸۶ آیتیں، ۶۱۲۱ کلمات اور ۲۵۵۰۰ حروف ہیں۔

اس سورۃ پاک کا ” بقرہ “نام رکھے جانے کی وجہِ تسمیہ:

پہلے اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ شروع میں قرآن کریم کی سورتوں کے نام نہیں لکھے جاتے تھے یہ طریقہ حجاج نے ایجاد کیا عربی میں گائے کو ” بَقَرَۃٌ “کہتے ہیں اور اس سورت کے آٹھویں اور نویں رکوع کی آیت نمبر ۶۷ تا ۷۳ میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے،اُس کی مناسبت سے اِسے ” سورۂ بقرہ “کہتے ہیں

سورۂ بقرہ کے فضائل:

احادیث میں اس سورت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں،ان میں سے چند فضائل درج ذیل ہیں

۱:حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ(یعنی اپنے گھروں میں عبادت کیا کرو)اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں ” سورۂ بقرہ “ کی تلاوت کی جاتی ہے۔"

۲:حضرت ابو مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے گا تو وہ اسے (ناگہانی مصائب سے) کافی ہوں گی۔"

۳:حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

”ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی ” سورۂ بقرہ “ ہے،اس میں ایک آیت ہے جو قرآن کی (تمام) آیتوں کی سردار ہے اور وہ (آیت) آیت الکرسی ہے۔"

۴:حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے دن کے وقت اپنے گھر میں ” سورۂ بقرہ ”کی تلاوت کی تو تین دن تک شیطان اس کے گھر کے قریب نہیں آئے گا اور جس نے رات کے وقت اپنے گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو تین راتیں اس گھر میں شیطان داخل نہ ہو گا۔"

۵:حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"میت کو دفن کر کے قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کے اول کی آیتیں اور پاؤں کی طرف آخری آیتیں پڑھو۔"

۶:حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا۔ ان کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہوں گی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سورتوں کی تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا، وہ ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے دو پرندوں کی قطاریں ہوں وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔"

سورۂ بقرہ ”کے مضامین کا مختصر خلاصہ:

یہ قرآن پاک کی سب سے بڑی سورت ہے اور اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات، ان انعامات کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی ناشکری، بنی سرائیل کے جرائم جیسے بچھڑے کی پوجا کرنا، سرکشی اور عناد کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طرح طرح کے مطالبات کرنا، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرنا، انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق شہید کرنا اور عہد توڑنا وغیرہ، گائے ذبح کرنے کا واقعہ اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں موجود یہودیوں کے باطل عقائد و نظریات اور ان کی خباثتوں کو بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہودیوں کی دھوکہ دہی سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ” سورۂ بقرہ ”میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

۱: قرآن پاک کی صداقت، حقانیت اور اس کتاب کے ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

۲: قرآن پاک سے حقیقی ہدایت حاصل کرنے والوں اور ان کے اوصاف کا بیان، ازلی کافروں کے ایمان سے محروم رہنے اور منافقوں کی بری خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳: قرآن پاک میں شک کرنے والے کفار سے قرآن مجید کی سورت جیسی کوئی ایک سورت بنا کر لانے کا مطالبہ کیا گیا اور ان کے اس چیز سے عاجز ہونے کو بھی بیان کر دیا گیا۔

۴:حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ بیان کیا گیا اور فرشتوں کے سامنے ان کی شان کو ظاہر کیا گیا ہے۔

۵:خانۂ کعبہ کی تعمیر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے۔

۶:اس سورت میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی پسند کی وجہ سے قبلہ کی تبدیلی اور اس تبدیلی پر ہونے والے اعتراضات و جوابات کا بیان ہے۔

۷:عبادات اور معاملات جیسے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے، رمضان کے روزے رکھنے، خانۂ کعبہ کا حج کرنے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے، دینی معاملات میں قمری مہینوں پر اعتماد کرنے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے، والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے، یتیموں کے ساتھ معاملات کرنے، نکاح، طلاق، رضاعت، عدت، بیویوں کے ساتھ اِیلاء کرنے، جادو، قتل، لوگوں کے مال ناحق کھانے، شراب، سود، جوا اور حیض کی حالت میں بیویوں کے ساتھ صحبت کرنے وغیرہ کے بارے میں مسلمانوں کو ایک شرعی دستور فراہم کیا گیا ہے۔

۸:تابوت سکینہ، طالوت اور جالوت میں ہونے والی جنگ کا بیان ہے۔

۹:مردوں کو زندہ کرنے کے ثبوت پر حضرت عزیر علیہ السلام کی وفات کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

۱۰:حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار پرندوں کے ذریعے مردوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کروانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

۱۱:اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنے، گناہوں سے توبہ کرنے اور کفار کے خلاف مدد طلب کرنے کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے اور مسلمانوں کو قیامت کے دن سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ بقرہ کی مناسبت:

’’سورۂ بقرہ ‘‘کی اپنے سے ماقبل سورت’’فاتحہ‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ’’سورۂ فاتحہ‘‘میں مسلمانوں کو یہ دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی تھی ’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ‘‘یعنی اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ چلا۔(سورہ فاتحہ:۵)اور’’ سورۂ بقرہ ‘‘میں کامل ایمان والوں کے اوصاف، مشرکین اور منافقین کی نشانیاں، یہودیوں اور عیسائیوں کا طرز عمل، نیز معاشرتی زندگی کے اصول اور احکام ذکر کر کے مسلمانوں کے لئے ’’صراطِ مستقیم ‘‘کو بیان کیا گیا ہے۔

روشن خیالات

حضور ﷺ نے فرمایا

"مریضوں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں میں شرکت کیا کرو یہ تمھیں آخرت کی یاد دلاتے رہیں گے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"مجھے تین چیزیں پسند ہیں: آپ ﷺ کے چہرہ انوار کا دیدار کرتے رہنا، آپ ﷺ پر اپنا مال خرچ کرنا، آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہنا۔"

بانو قدسیہ

"مانگی ہوئی محبت کا مزہ بگڑی ہوئی شراب جیسا ہوتا ہے۔"

جوش ملیح آبادی

"دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا

مولانا رومی

"درد کا علاج صرف درد ہے۔"

جون ایلیاء

"یہاں جو ہے تنفس میں ہی گم ہے، پرندے اڑ رہے ہیں شاخ جان سے۔"

افلاطون

"دنیا میں سب سے زیادہ نفرتوں کا سامنا سچ بولنے والوں کو کرنا پڑتا ہے۔"

★

تقدیر کو حجت بنانا

تقدیر کو حجت بنانے کے دو طریقے ہیں؛

پہلا شیطانی اور مایوس کن طریقہ۔۔۔۔۔۔!!!!!

"ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو یہ کہنے لگا کہ:

"اے اللہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے کیونکہ تو نے میری تقدیر میں ایسا لکھ دیا تھا لہٰذا اب میں آدم کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔"

جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَـهُـمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّـهُـمْ اَجْـمَعِيْنَ
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْـهُـمُ الْمُخْلَصِيْنَ

(سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۹/۴۰)

"شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لیے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔"

یہ تھا تقدیر کو حجت بنانے کا شیطانی طریقہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیطان کو سجدہ کا انکار کرتے وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی تقدیر میں کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

شیطان کے سامنے دونوں راستے کھلے ہوئے تھے،

جیسا کہ سجدہ نہ کرنے کے بعد اس کے سامنے دو راستے کھلے ہوئے تھے:

ایک توبہ کا راستہ

اور دوسرا وہ راستہ جسے اس نے اختیار کیا، کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ اولادِ آدم کو گمراہ کرنا اپنی طویل شندگی کا مقصد بنا لے۔

دوسرا انسانی اور معیاری طریقہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!!!!

تقدیر کو حجت بنانے کا انسانی طریقہ وہ ہے جسے آدم علیہ السلام نے اختیار کیا، صحیح بخاری و مسلم میں نبی کریم ﷺ سے مروی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"آدم اور موسیٰ علیہ السلام میں گفتگو ہوئی، موسیٰ نے آدم سے کہا:

"اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں۔ آپ نے ہمیں نامراد کر دیا، آپ نے ہمیں جنت سے نکلوا دیا۔

آدم نے موسیٰ سے کہا:

"اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کر کے آپ کو مخاطب کیا، آپ کت لئے اپنے ہاتھ سے توریت لکھ کر دی، کیا مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہیں جو میری تخلیق سے چالیس سال قبل ہی اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں لکھ دی تھی، چنانچہ آدم موسیٰ پر حجت میں غالب ہو گئے۔"

یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمائی

آدم علیہ السلام سے جب جنت کا ممنوعہ پھل کھانے کی غلطی ہوئی تھی تو آپ نے اس وقت بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی تھی، اس وقت تقدیر کو حجت نہیں بنایا تھا کیونکہ گناہ کے بعد توبہ کرنا اللہ کا حکم ہے، اللہ کے حکم کو ٹالنے کے لئے تقدیر کو حجت بنانا" شیطانی طریقہ" ہے-----------

جیسا کہ اکثر گناہ کا ارتکاب کرنے والے اور ملحد وغیرہ کہتے ہیں کہ ہماری تو تقدیر میں ہی ایسا لکھا ہوا ہے، پھر اس میں ہمارا کیا قصور ادھر وہ تقدیر کا شیطانی حجت والا طریقہ اپناتے ہیں----------

گناہ ہو جانے کے بعد توبہ کرنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، البتہ ےوبہ کے بعد "کسی کی" ملامت سے بچنے کے لئے تقدیر کو حجت بنانا آدم علیہ السلام اور ان کی نیک اولاد کا انسانی طریقہ ہے------!!!!!

نظم

غلافِ چشم میں رکھا ہوا ہے خواب کوئی
سجا گیا ہے چراغوں سے شہرِ آب کوئی
غموں کی دھوپ میں سائے کی طرح ساتھ رہا
بنا گیا مجھے چُھو کر دُرِ نایاب کوئی
مہک اُٹھا تیری خوشبو سے میرا شہرِ مراد
میں پڑھ رہی تھی تمہاری لکھی کتاب کوئی
خزاں کی کوکھ سے پھوٹی مسرتوں کی کرن
لگا گیا ہے کیاری میں پھر گلاب کوئی
سفر میں دوست ہی چہرے بدل کے ملتے رہے
فریب دیتا رہا اوڑھ کے نقاب کوئی
یقین ہے مجھے اُترے گا شب کے ڈھلتے ہی
خیال و فکر کے آنگن میں آفتاب کوئی
بلا کی تشنہ لبی اور سفر میں وحشت تھی
دعا یہی تھی کہ اُترے نہ پھر عذاب کوئی
رہے گی جاری و ساری اگر یہ مشقِ سخن
عطا کرے گا وہ شاہین کو خطاب کوئی

شاہین رضوی کویت

ماؤں کا دن کیوں؟؟

سال میں ایک ایسا دن بھی آتا ہے جس دن ہم اپنی ماں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ماں کی قدم بوسی کرتے ہیں۔ماں کو گلے لگاتے ہیں۔ماں کو گفٹ دیتے ہیں۔لیکن کیا کسی بھائی یا بہن نے یہ بھی کبھی سوچا ہے کہ اس دن کی مناسبت کیا ہے۔اس کا اسلام میں کیا تصور ہے۔آیئے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ماں کا عالمی دن کب سے منایا جا رہا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔

ماں کا عالمی دن ایک جشن کے طور پر منایا جاتا ہے جس میں ماں کو خراج عقیدت بخشا جاتا ہے۔یہ مختلف ممالک میں مختلف دنوں میں منایا جاتا ہے۔امریکہ میں ماں کا عالمی دن 20ویں صدی کے اوائل میں منانے کا رواج شروع ہوا۔اس دن کا تعلق ان دنوں یا رسموں سے نہیں ہے جو کہ دنیا کے کئی خطوں میں ماں یا مامتا سے متعلق مختلف دنوں میں ہزاروں سالوں سے منایا جاتا ہے۔مثال کے طور پر یونانی لوگ سبلی جو کہ ترکی کے ایشیاءوالے علاقے میں Anatolian خطے کے وسط میں Phrygia نام کے علاقہ میں ایک حاملہ خاتون کے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک مجسمے کی وجہ سے مشہور ہوا اس کے نام سے مناتے ہیں جس کا مطلب ہے "پہاڑوں کی ماں"۔رومن لوگوں یونانی لوگوں سے متاثر ہو کر سبلی کو ہلاریہ تہوار کے نام سے بھی مناتے ہیں جس کا مطلب ہے The Cheerful One۔روم میں سبلی کو Greater Mother تہوار کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اور سبلی (جسے خداؤں کی ماں بھی کہا جاتا ہے) سے عقیدت کے اظہار کے طور پر ہر سال ۲۵ مارچ کو منایا جاتا ہے۔

برطانیہ/یورپ میں MOTHERING SUNDAY کے نام سے کچھ عیسائی ایسٹر سے ٹھیک 3 دن پہلے اور کچھ 4 دن پہلے مناتے ہیں۔16ویں صدی میں لوگ اپنے مدر چرچ کی طرف لوٹنا شروع ہوئے جس کی مناسبت سے یہ دن منایا جاتا ہے۔بچوں اور جوان لوگ جو کہ سروس کرتے ہیں ان کو ایک دن چھٹی دی جاتی تھی تاکہ وہ اپنے مدر چرچ کی طرف رجحان بڑھا سکیں۔

ماڈرن دور میں ماں کا عالمی دن 1908 سے منایا جا رہا ہے جب ایک امریکی لڑکی Anna Jarvis نے اپنی مرحوم ماں کیلئے گریفٹن ورجینیا کے Andrew Methodist چرچ میں ایک تقریب منعقد کروائی۔اسی چرچ میں آج کل عالمی سطح پر ماں کے عالمی دن کی تقریب منعقد کی جاتی ہے۔1910 میں ورجینیا میں ہی باقاعدہ طور پر اس دن کی مناسبت سے سالانہ چھٹی کا آغاز ہوا۔1914 میں امریکی صدر Woodrow Wilson نے ہر سال 2 مئی کو ماں کا عالمی دن منانے کے لئے ایک یادداشت پر دستخط کیے۔1920 سے ہال مارک کمپنی سمیت دیگر کمپنیوں نے 2 مئی کی مناسبت سے کارڈ چھاپنا اور بیچنا شروع کر دیئے۔لیکن

Anna کا تصور تھا کہ لوگ ماں سے اظہار محبت کیلئے ہاتھ سے لکھے ہوئے کارڈز اپنی ماں کو پیش کریں۔اس وقت تک Carnation (ایک پھول) کو ماں کے عالمی دن کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی جس کو American War Mothers (ایک تنظیم) نے چندہ اکٹھا کرنے کیلئے خوب استعمال کیا۔اس عمل نے Anna Jarvis کو خوب طیش دلوا دیا۔Anna کو بعد میں امن عمل متاثر کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔Anna کے چھٹی والے دن کو دیگر ممالک نے بھی کاپی کیا اور اب یہ دن پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔پاکستان سمیت دنیا کے 85 ممالک میں یہ دن ہر سال مئی کے دوسرے ہفتے میں 10,8 یا 14 تاریخ کو منایا جاتا ہے۔جبکہ دیگر ممالک مختلف تاریخوں میں یہ دن مناتے ہیں۔

کیا کبھی آپ سب نے سوچا ہے کہ اس دن کا اسلام میں کیا تصور ہے۔یقیناً اسلام کا اس دن سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ آپ اوپر دی گئی تفصیل پڑھ چکے ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اس دن کو منانے سے دور رہنا چاہیے اور قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی ماں کو عقیدت، عزت اور رتبہ دینے کے لئے اپنے ہر دن اور ہر لمحہ کو ماں کے عالمی دن جیسا گزارنا چاہیے۔

لیلۃ الجائزہ کیا ہے؟

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی تمام رحمتیں اور برکتیں سمیٹ کر ہم سے رخصت ہونے کو ہے، اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے لیے رحمت اور مغفرت کا مہینہ بنایا ہے۔ اس مہینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ:

"اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ
تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

اس مہینے کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمایا اس مہینے کی ہی ایک رات میں قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا اس رات کو "لیلۃ القدر" کہتے ہیں۔ قرآن کریم کا نزول بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے، اور مسلمانوں کے لیے ہر مسئلے کا حل اس میں موجود ہے۔ لیلۃ القدر اس مہینے کی بڑی خصوصیات میں سے ہے، یہ رات بہت بابرکت ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عبادات کا ثواب بڑھا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس ماہ میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے اور ایک فرض عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس مہینے میں ذرا ذرا سی بات پر ربِ ذوالجلال کی طرف سے بخشش کا اعلان کر دیا جاتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مقدس کو امتِ محمدی ﷺ کی بخشش کا بہانہ بنا دیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ نے دعا مانگی کہ:

"ہلاک ہو جائے وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اپنی بخشش نہ کرا سکے اس پر
نبی کریم ﷺ نے فرمایا آمین"

یہاں حضرت جبرائیلؑ کی دعا اور نبی کریم ﷺ کا آمین کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مہینے میں بخشش حاصل کرنا انتہائی آسان ہوتا ہے اور ہر شخص اسے حاصل کر سکتا ہے تب ہی تو فرمایا کہ جو اس ماہِ مقدس میں بھی اپنی بخشش نہ کرا سکے تو اس کی ہلاکت یقینی ہے۔

جیسا کہ دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی شخص اچھا کام کرتا ہے تو اس کام کے اختتام پر اسے انعام دیا جاتا ہے اسی طرح روزہ داروں کی مشقت اور انکی عبادت پر انہیں بھی انعام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان کے بالکل آخر پر ایک رات مقرر کی ہے جسے ہم چاند رات کہتے ہیں، اس رات کو آسمان پر لیلۃ الجائزہ کہا جاتا ہے۔ لیلۃ الجائزہ کا مطلب ہے انعام کی رات، اس رات خالقِ کائنات کی طرف سے روزہ داروں کو ان کی مشقت اور عبادت پر انعام سے نوازا جاتا ہے۔

★

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"رمضان المبارک کی آخری رات میں روزے داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا یہ شب قدر والی رات ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو مزدوری ختم ہونے پر اس کی مزدوری دی جاتی ہے، یعنی یہ رمضان کی بالکل آخری رات ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش کا عام اعلان ہوتا ہے اور روزہ داروں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، رمضان المبارک کی تمام راتیں رحمت اور مغفرت والی ہوتی ہیں ان تمام راتوں میں اللہ تعالیٰ امتِ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے افراد کے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور لیلۃ الجائزہ میں رمضان کی تمام راتوں کے برابر اس ایک رات میں مسلمانوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ اس رات میں عبادت کی بھی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ:

"جس شخص نے عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو ثواب کی امید رکھتے ہوئے زندہ رکھا یعنی عبادت میں مشغول رہا اور گناہوں سے بچتا رہا تو اس کا دل اس (قیامت کے ہولناک) دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل (گھبراہٹ) سے مردہ ہو جائیں گے۔"

اس رات میں دعاؤں کا قبول ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ عید الفطر مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خوشی کا دن ہے، اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ اس دن مسلمان اللہ جل شانہ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے اپنے ذمہ عائد ایک بہت بڑے فریضے کی تکمیل کر چکے ہوتے ہیں، پورا مہینہ دن کو روزہ اور شب میں تراویح کی ادائیگی اور اس میں کلامِ الٰہی کے پڑھنے اور اس کے سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس محنت کا بدلہ یا مزدوری اس عید الفطر کے دن دیا جاتا ہے، اسی لیے اس دن کو آسمانوں میں "یوم الجائزۃ" (انعام کا دن) اور اس کی رات کو "لیلۃ الجائزۃ" (انعام کی رات) کہہ کر پکارا جاتا ہے، جیسا کہ آگے حدیث شریف میں آرہا ہے، الغرض عید کے دن اور اس کی رات کی اللہ تعالی کے نزدیک بہت بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے شب الایمان میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کے کچھ حصے کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے اس دن اور رات میں اللہ تعالی کی طرف سے اس کے بندوں کے ساتھ ہونے والے معاملے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو (آسمانوں میں) اس کا نام "لیلۃ الجائزۃ" (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو تمام شہروں کی طرف بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے، جس کو جن و انس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ:

★

"اے امتِ محمدیہ! اُس ربِ کریم کی (بارگاہ کی) طرف چلو، جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے، پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالی شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے معبود اور مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کو اس کی مزدوری پوری پوری ادا کر دی جائے، تو اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

”فإنی أشهدكم يا ملائكتی! إنيقد جعلتُ ثوابهم من صيامهم شهر رمَضان وقيامهم رضائی ومغفرتی“

"فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔"

اس کے بعد اللہ تعالی اپنے بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

”يا عبادي!سلُوني، فوعزّتي وجلاليلا تسئَلونِي اليومَ شيئاً في جَمْعِكم لِاٰخِرَتِكم إلا أعطيتُكم، ولا لِدُنياكم إلا نَظرتُ لكم، فوَعِزّتِيْ، لأسْتُرنَّ عليكم عَثَراتِكُم ما راقَبتُموني، وعزّتي وجلالي، لَا أُخْزِيكم ولا أفضَحُكم بين أصحاب الحدود، وانْصَرِفُوا مَغْفُوْراً لكم، قد أرضَيتموني ورضيتُ عنكم، فتَفْرَحُ الملائكةُ وتَستبشِرُ بما يُعطِي اللهُ عزَّوجلّ هٰذه الأمةَ، إذا أفطروا مِن شهرِ رمَضَان"

"اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر غور کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا)۔ میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا نہیں کروں گا، بس! اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا، پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر، جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور کِھل جاتے ہیں۔"

لہٰذا! اللہ رب العزت کی (عطا کی) طرف دیکھتے ہوئے ہمیں بھی چاہیے کہ اس دن کو بھی اور اس بعد کے ایام کو بھی اس کی منشا کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں کہ یہی اس کی عطایا کی قدر دانی ہے۔

ہائے شاپنگ

کسی قوم کے رویوں اور برداشت کو دیکھنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ سڑک پر لوگوں کو دیکھا جائے، ٹریفک سگنل پر لوگوں کا رویہ دیکھا جائے۔ ٹریفک سگنل پر لال بتی ہو یا ہری بتی، سائیکل والے سے کار والے تک سب کہ کوشش ہوتی ہے کہ اشارہ توڑ دیا جائے۔ اسی لیے لوگ سگنل کی بتیوں کی بجائے ٹریفک وارڈن کو دیکھتے ہیں۔

کورونا وائرس کے سبب ایک لمبا عرصہ گھروں میں رہنے کے بعد شاپنگ مالز، مارکیٹوں اور بازاروں میں لوگوں کا سمندر احتیاطی تدابیر کے بغیر نکلا تو ٹریفک سگنل ذہن میں آیا کہ اگر احتیاطی تدابیر پر عمل کروانا ہے تو ہر پاکستانی پر پہرہ دار بٹھانا ہو گا۔

یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ یہ وہی لوگ ہیں جو بھوک سے مر رہے تھے اور حکومت نے لوگوں کو بھوک سے بچانے کے لیے لاک ڈاؤن ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن حکومت یہ نہیں جانتی تھی کہ لوگوں کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ کچھ روز میں ملک کے بڑے شہروں کراچی، لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی میں پچاس ارب روپے کی خریداری کر کے اگلے پچھلے سب ریکارڈ توڑ دیگی۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ خریداری مڈل کلاس یا اس سے چھوٹے طبقے نے کی ہے جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ دو سے تین کروڑ لوگ بے روزگار ہو گئے ہیں اور فاقوں پر مجبور ہیں۔ بہر حال خریداری کرنا کوئی جرم نہیں مہذب دنیا میں بھی جب لاک ڈاؤن کھولا گیا تو لوگوں کی بہت لمبی لمبی قطاریں تھی لیکن لوگوں نے احتیاطی تدابیر ضرور اپنا رکھی تھی۔ سماجی فاصلے کا خیال بھی رکھا تھا لیکن ہمارے لوگوں نے ہزاروں روپے جوڑوں اور جوتوں پر لگا دیے لیکن پانچ دس روپے کا ماسک نہیں خرید سکے کیوں کہ ڈنڈا لے کر ان کو کسی نے ماسک نہیں پہنایا۔

سونے پر سہاگا حکومت کے فیصلے اور پالیسیاں بھی اس کی وجہ ہیں۔ رمضان المبارک میں عموماً لوگ سحری کے بعد سو جاتے ہیں اور سہ پہر میں اٹھتے ہیں۔ جب کہ خریداری کا وقت شام پانچ بجے تک ہے جس وجہ سے دوپہر دو سے شام پانچ تک ہر چھوٹے بڑے شہر میں مارکیٹس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی اور لوگ شدید گرمی چالیس ڈگری میں ہلکان ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے بہت مناسب ہوتا اگر دوپہر بارہ سے رات آٹھ یا دس بجے تک کا وقت ہوتا۔

یہ بات طے ہے کہ لوگوں نے حکومت کی بات نہ مانی ہے اور نہ ہی مانیں گے۔ ایسے وقت میں جب کرونا کی وبا تیزی سے پھیل رہی ہے مارکیٹس میں احتیاطی تدابیر کا خیال کیے بغیر گھومتے لوگ پاکستان میں امریکہ یا اٹلی جیسے

حالات پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور ملک کی معاشی صورتحال جو کہ بہت مشکل سے بہتری کی جانب گامزن تھی پھر سے معیشت کو ناقابل تلافی نقصان ہو گا جس سے باہر نکلنے میں کئی سال درکار ہوں گے۔

ایسی صورتحال سے بچنے کے لیے نوجوان طبقہ جو کہ خود کو پڑھا لکھا اور سمجھدار کہتا ہے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ ہم نے پچھلے الیکشن میں دیکھا کہ کس طرح یہی وہ لاکھوں نوجوان تھے جنہوں نے تبدیلی کو ووٹ دیا اور ملک کی سیاست میں بہت بڑی تبدیلی آئی جب دو پارٹی سسٹم کا خاتمہ ہوا۔ تو خود کے پڑھے لکھے ہونے کا ثبوت دیں اور اپنے گھر سے شروع کریں اور اور گھر والوں کو سختی سے احتیاطی تدابیر پر عمل کروائیں۔

پاکستان میں کرونا کی لوکل ٹرانسمشن کا ریٹ بہت زیادہ ہے جس کی وجہ لوگوں کا احتیاط نہ کرنا ہے۔ پڑھے لکھے اور باشعور لوگ بھی ہاتھ ملاتے اور گلے ملتے نظر آتے ہیں جو کہ افسوس ناک ہے۔ احتیاط علاج سے بہتر ہے یہ جملہ آج تک ہمارے لوگوں کو سمجھ نہیں آ سکا یہی وجہ ہے کہ بہت سے معاملات میں احتیاط نہیں کی جاتی۔

پنجاب میں ایک محاورہ مشہور ہے" اینے نہیں بچنا اینوں لاہور لے جاؤ "یہ ایک جملہ ہماری ساری داستان بیان کرتا ہے کہ کیسے ہم لوگ گھریلو ٹوٹکوں سے علاج کرتے رہتے ہیں اور جب مریض کا آخری وقت آ جاتا ہے تو اس کو لاہور کا راستہ دکھایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ جملہ ہمارے حکمرانوں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے کہ پورے پنجاب بلکہ پاکستان سے لوگ صحت کی ناکافی سہولیات ہونے کی وجہ سے لاہور کا رخ کرتے ہیں۔ تو لاہور جانے سے بہتر ہے اپنے گھر میں محفوظ رہیے اور یہ مشکل وقت احتیاط کے ساتھ گزاریں کیوں کہ جان ہے تو جہان ہے۔

غزل

وہ ہم کو دل میں رکھے گا یا دل سے اب نکالے گا
اٹھے گا جب تلک پردہ تجسس مار ڈالے گا

میں اکثر جانچنے کو یہ بس اپنا حق جتاتا ہوں
کہاں تک بات مانے گا کہاں پر ہم کو ٹالے گا

کہاں ممکن تعین ہے، تعلق کا رویوں سے
یقیں ہم پر ہے اسکو زخم سب چپ چاپ کھا لے گا

محبت کی ڈگر پر جو بھی نکلے سوچ کر نکلے
سفر یہ وہ نہیں ہے جو یہاں منزل بھی پا لے گا

کبھی سوچا گیا جو تھک کے دل کی واگزاری کا
سوال اٹھا یہی، مصروفیت کیا اور پالے گا

چلن اہلِ وفا کا ہے اٹل خاموشیاں ابرک
زمانہ دیکھتا ہے سب، وہ خود قصہ اچھالے گا

اصلاحِ معاشرہ میں خواتین کا کردار

معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور فرد ہمیشہ اصلاح طلب رہتا ہے۔ افراد کا تشکیل پذیر معاشرہ بھی بالکل افراد ہی کی طرح ہمیشہ اصلاح چاہتا ہے اور خصوصاً ہمارا موجودہ معاشرہ۔ آج کے معاشرے میں اعلیٰ اقدار زوال پذیر ہیں۔

اچھائیوں کا تناسب روز بہ روز کم ہوتا جا رہا ہے اور برائیوں کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ لہٰذا اصلاح معاشرہ کی ضرورت آج کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے۔ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر اور خاندان ہے۔ گھروں کا ماحول پاکیزہ اور اعلیٰ اقدار کا حامل ہو تو گویا معاشرے کی ہر اکائی بہ ذات خود بہتر، ستھری اور پاکیزہ ہوگی اور اس طرح ایک مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا۔

اصلاح معاشرہ میں خواتین کے کردار پر غور کرتے ہوئے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ خواتین، مجموعی معاشرے میں تعداد کے لحاظ سے مردوں کے تقریباً مساوی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اوّل تو اگر ہر خاتون اپنی ذات کی اصلاح پر توّجہ دے تو پھر اس طرح عورتیں معاشرے کی اصلاح پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر، چوں کہ خواتین کے دائرے کار کا محور و مرکز ہُوا کرتا ہے اس لیے معاشرے کے بگاڑ کی اصلاح کے لیے گھر یعنی معاشرے کی بنیادی اکائی کو مستحکم کرنا نہایت بنیادی بات ہے اور خانگی زندگی کا دار و مدار صنفِ نازک پر ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو خانگی اور معاشرتی ہر سطح پر ان کا صحیح مقام و درجہ عطا فرمایا۔ خانگی اور معاشرتی ہر دو سطح پر عورت کو انسانی عظمت و احترام سے سرفراز کیا۔ دراصل کسی معاشرے میں عورت کو جو مقام عطا کیا جائے وہ اس لیے بہت بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ ایک تو اس مقام کی بہ دولت خود عورت کی ذات، شخصیت اور معاشرے میں اس کے کردار کا تعین ہوتا ہے، دوسرے لازمی طور پر خود پورا معاشرہ بھی متاثر ہوتا ہے۔

اور اگر عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ نہ دیا جائے تو نا صرف معاشرہ اس کی قابلیت و صلاحیت سے استفادہ کرنے سے محروم رہتا ہے بل کہ عورتیں اپنے مخصوص دائرہ کار یعنی گھر میں بھی خاطر خواہ اور بھرپور کردار ادا نہیں کر سکتیں۔

اصلاح معاشرہ کے عمل میں خواتین کا کردار مردوں کے کردار کے مقابلے میں بہت زیادہ اہم ہے۔ کیوں کہ عورت ماں ہے اور ماں کی گود میں ہر معاشرے کی نئی نسل پیدا ہوتی ہے اور اسی کے ہاتھوں پروان چڑھتی ہے۔ ماں اپنی تربیت سے نسلِ نَو کو کردار

وعمل کا ایسا نمونہ بنا سکتی ہے جو انسانیت کے لیے باعث فخر ہو۔ نئی نسل تک زندگی کی اعلیٰ اقدار کو پہنچانے میں عورتوں کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور نئی نسل کی ذات و شخصیت میں اعلیٰ اقدار اور اوصاف حمیدہ کار چاؤ ماں ہی کرتی ہے۔

غیر محسوس طور پر اپنے نظریات، اپنے طرز فکر اور اپنی شخصی خوبیوں کو اپنی گود میں پلنے والی نئی نسل کو منتقل کرتی رہتی ہے۔ ماں کی گود انسان کی اوّلین درس گاہ ہوتی ہے۔ یہ درس گاہ جتنے بلند معیار کی ہو گی، یعنی ماؤں کی تربیت جتنے بلند معیار کی ہو گی، اگر جذبہ ٔ ایمانی کی سچائی کے ساتھ ہو گی اور اسلام کی تعلیمات کی روح کے مطابق ہو گی تو معاشرہ بھی اسی معیار کا ہو گا۔

رسول کریمؐ نے جب صحابہ ٔ کرامؓ کے سامنے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

مفہوم: ”اے اہل ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنّم کی آگ سے بچاؤ۔ ‘‘

توصحابہ کرامؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنے آپ کو تو جہنّم کی آگ سے بچا سکتے ہیں، لیکن اپنے اہل وعیال کو جہنّم سے کیوں کر بچا سکتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ”تم انہیں ایسے کام کرنے کا حکم دیتے رہو جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان کاموں سے روکتے رہو جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ‘‘

اصلاح اور معاشرے کے لیے یہی بنیادی عمل ہے، یعنی اچھائی کا پھیلاؤ اور گناہوں سے روکنے کا فریضہ اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اصلاح اور معاشرے میں اہل ایمان خواتین کے کردار کی یہ اساس ہے۔ حدیث مبارک کا مفہوم ہے:

”تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے (اس کی رعیت کے متعلق) سوال کیا جائے گا۔ اور ماں باپ سے ان کی اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ‘‘

لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ مسلمان خواتین تربیّت اولاد اور اصلاح اولاد کے متعلق ذمّے دار ہیں اور ان سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ہم مسلمان خواتین پر ان احادیث کی روشنی میں فرض عاید ہوتا ہے کہ جو اولاد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے لطف و کرم سے عنایت کی ہے اس کی تربیّت و پرورش پوری ہوش مندی سے کریں۔ کیوں کہ یہ ایک ایسا اہم فریضہ ہے جس سے پورا معاشرہ بنتا ہے۔ لہٰذا حکیم و بصیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تربیّت اولاد، شخصیت سازی اور اصلاح معاشرہ کا جو بے حد اہم اور بنیادی فریضہ مسلمان خواتین کو تفویض کیا ہے اس کے لیے ان سے یوم حشر سوال کیا جائے گا۔

آج جب ہم اپنے معاشرے میں اخلاقی گراوٹ، اعلیٰ اقدار کی کمی اور عملیت کا فقدان دیکھتے ہیں۔ آج جب ہم مسلمانوں کو کردار سے عاری دیکھتے ہیں تو یہ صورت احوال دراصل اس حقیقت کو اُجاگر کرتی ہے کہ آج کی مسلمان مائیں یا تو اخلاصِ عمل سے، جذبہ ٔ ایمانی کے لحاظ سے اس معیار اور اس درجے کی مسلمان خواتین نہیں رہیں یا پھر اپنے فرائض سے کوتاہی کی مرتکب ہو رہی ہیں، جس معیار پر تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق مسلمان ماؤں کو ہونا چاہیے۔ ماؤں کی سیرت و کردار، علم و فضل اور

معمولات تو بچے کی شخصیت وذات پر اس کی ولادت سے پہلے یعنی دوران حمل سے اثر انداز ہوتا ہے اور رحم مادر میں بچے کے ذہن کی ساخت و تعمیر پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔ تمام اولیائے کرامؒ اور نیک ہستیوں کی مائیں ہمیشہ بہت نیک، متقّی اور باعمل خواتین رہیں۔ راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان خواتین کے بطن سے ہی قابل فخر فرزندان اسلام اور بطل جلیل پیدا ہُوا کرتے ہیں۔ یہی حکمت تھی کہ کائنات کے محسن اعظم خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے اہل ایمان خواتین کی تربیّت و تعلیم پر زور دیا اور مسلمان مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کے لیے بھی طلبِ علم کو فرض قرار دیا۔

ماہرین عمرانیات کی نظر میں معاشرتی اصلاح کا جامع اور ہمہ گیر پروگرام یہی ہے کہ افرادِ معاشرہ کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالوں میں لایا جائے۔ یعنی معاشرتی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کے افراد کو تعلیم یافتہ بنا دیا جائے۔

اور یہ صرف ایسی وقت ہو سکتا ہے جب مسلمان خواتین کو حصول علم سے محروم نہ رکھا جائے۔ آج اگر بیٹوں کی تعلیم پر والدین یہ سوچ کر توّجہ دیتے ہیں کہ وہ باشعور شہری بنیں، اپنی معاش بہتر طور پر کما سکیں تو بیٹیوں کو بھی اسی طرح تعلیم سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیں کہ وہ باشعور شہری بنیں نیز بہتر ماں، بیوی، بہن اور بہتر بیٹی بن سکیں۔ مسلمان خواتین حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اگر طلب علم کے فریضے کو اوّلین اہمیت دیں اور اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے حصول علم کی راہ ہموار کریں تو یہ معاشرہ تعلیم یافتہ افراد کا معاشرہ ہو گا اور جہالت کے باعث، جو معاشرتی بُرائیاں ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں ان کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

قرآن حکیم نے مومن عورتوں کے اوصاف کو بیان کر دیا۔ آپؐ نے عورتوں کو حیا کی تلقین کی، عورتوں کو اپنی زینت کی نمائش سے روکا۔ غور فرمایئے! ان تعلیمات نبویؐ سے عورتوں کے معاشرتی طرز عمل سے اصل مقصود معاشرے کو فحاشی، عریانیت اور بے حیائی سے پاک کرنا ہے۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والی خواتین کو معاشرے میں عزّت و وقار اور احترام ملتا ہی ہے۔

تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں معاشرتی اصلاح پر غور کرتے ہوئے اور خواتین کے کردار پر لایعنی بحث کرنے سے بہتر یہ ہو گا کہ آج پاکستانی معاشرے کے قابل اصلاح پہلوؤں کو فرداً فرداً زیر غور لایا جائے۔ نیز یہ جائزہ لیا جائے کہ ان مسائل و نقائص کی اصلاح کے ضمن میں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں مسلم خواتین کا کیا کردار ہو گا۔

آج ہمارے معاشرے میں راتوں رات دولت مند بن جانے کا جنون عام ہے۔ کسب حلال کی اہمیت کو پس پشت ڈال کر دولت کی ہوس نے معاشرے میں بے شمار خرابیوں کو جنم دیا ہے۔ اگر خواتین نبی کریمؐ کی تعلیمات کے مطابق سادگی سے اپنی زندگی بسر کرنے کو شعار بنا لیں، غیر ضروری فرمائشیں اور ہر آسائش کی خواہش سے اپنے آپ کو باز رکھیں تو ان کے گھرانے کے مرد ناجائز حصول دولت پر مجبور نہیں ہوں گے۔ راشی و مرتشی دونوں کو جہنّم کی وعید دینے والی حدیث کی نا صرف یاد دہانی کروا کے بل کہ غیر ضروری اخراجات سے پہلو تہی کر کے خواتین رشوت کی لعنت کو معاشرے سے ختم کرنے میں مدد گار ہو سکتی ہیں۔

★

معاشرہ، اخلاقی اعتبار سے جس انحطاط کا شکار ہے۔ اوّل تو یہ کہ اگر ہر عورت حیاء اور پردے کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو تو بے حیائی اور فحاشی کا قلع قمع ہو جائے۔ عورت کی نام نہاد آزادی کے رجحان کی بہ دولت اسلامی معاشرت کے خلاف ہمارے رویّے کی اصلاح صرف اس طور پر ممکن ہے جب ہم اپنی زندگی کو نبی کریم ﷺ کی تلقین کے عین مطابق گزاریں۔ آج اگر مسلمان خواتین اپنے اور اپنی اولاد کے معاشرتی رویّے میں تعلیمات نبوی ﷺ کے تحت یہ روش اختیار کریں کہ ہر مسلمان سے، ہر ہم وطن سے یہ سوچ کر کہ میرے آقا مولا ﷺ نے مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے اور بھائی سے محبّت کی جاتی ہے، اس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

اس سے مروّت برتی جاتی ہے، اس کا احترام کیا جاتا ہے، اس سے درگذر کیا جاتا ہے۔ اس طرح صوبائی تعصب اور منافرت کا وجود پاکستان کے معاشرے سے عورت ہی ختم کر سکتی ہے۔ نئی نسل میں منشیات کے بڑھتے ہوئے رجحان کا صحیح معنوں میں سدباب مسلمان ماں کے فیضان نظر سے ممکن ہے۔ اگر نئی نسل کے لیے ان کی مائیں ان کی حقیقی دوست اور غم گسار بن جائیں۔ ان کے محرومیوں میں ان کا ذہنی و جذباتی سہارا ہوں۔ ان میں ہمّت و حوصلہ پیدا کرنے والی ہوں اور اپنی اولاد کو اللہ سے لو لگانے کی ترغیب دینے والی ہوں۔ اللہ پر کامل بھروسا اور مکمل ایمان و ایقان ان کی روح میں اُتار دیں تو ایسے تباہ کن سہاروں کی تلاش یا ایسے سہارے پکڑنا ہمارے بچوں کا مقدّر نہیں بن سکے گا۔

باری تعالی آج کی مُسلم خواتین کو مسلمان ماں کا نُورِ بصیرت اور طرز محبّت عطا کر دے۔ تاکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو زندگی گزارنے کا اصل مقصد اور طریقہ سمجھ آجائے اور ہمارا معاشرہ خالصتاً مادی معاشرے کے بہ جائے ایسا معاشرہ بن جائے جس کا منتہائے مقصود دین و دنیا کی فلاح ہو۔ آمین

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

ان کا نام محمد ہے، ابو عبد اللہ کنیت ہے اور ابن ماجہ لقب ہے۔ سلسلۂ نسب محمد بن یزید بن عبد اللہ ہے۔ ماجہ ان کے والد کا لقب تھا۔ ۲۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام صاحب کا وطن ایران کا شہر قزوین ہے۔ اسی شہر کے حوالے سے ان کو قزوینی بھی کہا جاتا ہے۔

تحصیل علم:

امام ابن ماجہ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو آپ کے شہر قزوین میں بڑے بڑے علما مثلاً علی بن محمد طنافسی، عمرو بن رافع، اسماعیل بن ابو سہل، ہارون بن موسیٰ تمیمی وغیرہ موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ امام ابن ماجہ نے ابتدائی تعلیم کے لیے انھی لوگوں سے استفادہ کیا ہو گا، لیکن افسوس ہے کہ اس پہلو سے امام صاحب کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوتے۔

شیوخ واساتذہ:

امام صاحب کے مشہور شیوخ اور اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن منذر حزامی، ابو بکر بن ابی شیبہ، جبارہ بن مغلس، صحدون بن عمارہ بغدادی، داؤد بن رشید، سہل بن اسحاق، ابراہیم واسطی، عبد اللہ بن محمد۔

امام صاحب کے زمانے میں محدثین اطراف عالم میں پھیلے ہوئے تھے، اس لیے انھوں نے حصول حدیث کی خاطر مختلف ملکوں کے مثلاً خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، بصرہ، کوفہ، مکہ، رے اور بغداد وغیرہ سفر کیے۔ امام صاحب کے ان سفروں کی ابتدا تقریباً بائیس سال کی عمر میں ہوئی۔

مجلس درس:

امام ابن ماجہ کی تدریسی خدمات کی تفصیلات ہمیں کتابوں میں نہیں ملتیں، لیکن ظاہر ہے کہ ان کے شاگردوں کی موجودگی ہمیں اس بات کا پتا دیتی ہے کہ انھوں نے اپنے دور میں تدریسی خدمات سر انجام دی ہیں۔

تلامذہ:

امام صاحب سے کسب فیض کرنے والوں میں نمایاں نام یہ ہیں:

ابراہیم بن دینار جرشی، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابو الطیب احمد بن روح شعرانی، احمد بن محمد مدنی، اسحاق بن محمد قزوینی، جعفر بن

ادریس۔

تصنیف و تالیف:

امام ابن ماجہ نے تین اہم کتابیں لکھی ہیں۔ پہلی سنن ابن ماجہ ہے۔ یہ ابن ماجہ کا سب سے بڑا علمی و تصنیفی اور دینی کارنامہ ہے، موجود کتب حدیث میں یہ ایک اہم اور متداول کتاب تصور کی جاتی ہے۔ دوسری تصنیف تفسیر کی کتاب ہے۔ علامہ ابن کثیر اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ابن ماجہ کی ایک ضخیم و جامع تفسیر ہے۔ علامہ سیوطی نے دور صحابہ اور دور تابعین کے بعد کی تفاسیر کا ذکر کرنے کے بعد تفسیر ابن جریر کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال، یہ اب ناپید ہے۔ امام ابن ماجہ کی تیسری تصنیف تاریخ کی ایک کتاب ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ بھی میسر نہیں ہے۔

علما کی شہادت:

امام ابن ماجہ کے فضل و کمال، جلالت شان اور حفظ حدیث کا اعتراف ہر دور کے علمانے کیا ہے۔ حافظ ابو یعلیٰ خلیلی فرماتے ہیں: وہ ایک بلند پایہ، معتبر اور لائق حجت محدث تھے۔ ان کی عظمت و ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کو فن حدیث سے پوری واقفیت تھی اور وہ اس کے جلیل القدر حافظ تھے۔ ابوالقاسم رافعی بیان کرتے ہیں کہ آئمۂ مسلمین میں ابن ماجہ بھی ایک بڑے معتبر امام ہیں، ان کی قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ حدیث، تاریخ اور تفسیر کے ممتاز ماہر تھے۔ علامہ ابن خلکان کے نزدیک وہ حدیث کے امام تھے اور اس کے متعلقات پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن ماجہ عظیم الشان حافظ وضابط، صادق القول اور وسیع العلم تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ وہ صاحب سنن، حافظ حدیث اور امام فن تھے۔

وفات:

امام ابن ماجہ نے ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ ہجری کو ۶۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی وفات پر بعض شعراء نے نہایت پر درد مرثیے کہے۔

مناقب:

امام ابن ماجہ کے تفصیلی حالات زندگی اخفا میں ہیں۔ اس لیے ہم کتابوں میں ان کے اخلاق و اعمال کے حوالے سے زیادہ معلومات نہیں پاتے۔ حافظ ابن کثیر نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ وہ علم و فضل کی طرح تدین و تقویٰ اور زہد و صلاح کے بھی جامع تھے۔ احکام شریعت کی سختی سے پابندی کیا کرتے تھے اور اصول و فروع میں پورے طور پر متبع سنت تھے۔

ایک سبق، ایک درس

شاگرد نے اپنے استاد سے پوچھا: استاد جی!

یہ آخرت میں حساب کتاب کیسے ہو گا؟

استاد نے ذرا سا توقف کیا، پھر اپنی جگہ سے اُٹھے

اور سارے شاگردوں میں کچھ پیسے بانٹے

انہوں نے پہلے لڑکے کو سو درہم،

دوسرے کو پچھتر،

تیسرے کو ساٹھ،

چوتھے کو پچاس،

پانچویں کو پچیس،

چھٹے کو دس،

ساتویں کو پانچ،

اور جس لڑکے نے سوال پوچھا تھا اسے فقط ایک درہم دیا۔

لڑکے بلاشبہ استاد کی اس حرکت پر دل گرفتہ اور ملول تھا، اسے اپنی توہین محسوس ہو رہی تھی کہ استاد نے آخر اسے سب سے کمتر اور کم مستحق کیونکر جانا؟

استاد نے مسکراتے ہوئے سب کو دیکھتے ہوئے کہا: سب لڑکوں کو چھٹی، تم سب لوگ جا کر ان پیسوں کو پورا پورا خرچ کرو، اب ہماری ملاقات ہفتے والے دن بستی کے نانبائی کے تنور پر ہو گی۔

ہفتے والے دن سارے طالبعلم نانبائی کے تنور پر پہنچ گئے، جہاں استاد پہلے سے ہی موجود سب کا انتظار کر رہا تھا۔ سب لڑکوں کے آ جانے کے بعد استاد نے انہیں بتایا کہ تم میں ہر ایک اس تنور پر

چڑھ کر مجھے اپنے اپنے پیسوں کو کہاں خرچ کیا ہے کا حساب دے گا۔

پہلے والے لڑکے، جسے ایک سو درہم ملے تھے، کو دہکتے تنور کی منڈیر پر چڑھا کر استاد نے پوچھا؛ بتاؤ، میرے دیئے ہوئے سو درہم کیسے خرچ کیئے تھے۔ جلتے تنور سے نکلتے شعلوں کی تپش اور گرم منڈیر کی حدت سے پریشان لڑکا ایک پیر رکھتا اور دوسرا اٹھاتا، خرچ کیئے ہوئے پیسوں کو یاد کرتا اور بتاتا کہ: پانچ کا گڑ لیا تھا، دس کی چائے، بیس کے انگور، پاچ درہم کی روٹیاں۔۔۔ اور اسی

طرح باقی کے خرچے۔ لڑکے کے پاؤں حدت سے جل رہے تھے تو باقی کا جسم تنور سے نکلتے شعلوں سے جھلس رہا تھا حتیٰ کہ اتنی سی دیر میں اسے پیاس بھی لگ گئی تھی اور الفاظ بھی لڑکھڑانا شروع۔ بمشکل حساب دیکر نیچے اترا۔

اس کے بعد دوسرا لڑکا، پھر تیسرا اور پھر اسی طرح باقی لڑکے،

حتی کہ اس لڑکے کی باری آن پہنچی جسے ایک درہم ملا تھا۔

استاد نے اسے بھی کہا کہ تم بھی تنور پر چھڑھ جاؤ اور اپنا حساب دو۔ لڑکا جلدی سے تنور پر چڑھا، بغیر کسی توقف کے بولا کہ میں نے ایک درہم کی گھر کیلئے دھنیا کی گڈی خریدی تھی، اور ساتھ ہی مسکراتا ہوا نیچے اتر کر استاد کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، جبکہ باقی کے لڑکے ابھی تک نڈھال بیٹھے اپنے پیروں پر پانی ڈال کر ٹھنڈا کر رہے تھے۔

استاد نے سب لڑکوں کو متوجہ کرکے اس لڑکے کو خاص طور پر سناتے ہوئے کہا: بچو: یہ قیامت والے دن کے حساب کتاب کا ایک چھوٹا سا منظر نامہ تھا۔ ہر انسان سے، اس کو جس قدر عطا کیا گیا، کے برابر حساب ہو گا۔

لڑکے نے استاد کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا کہ: آپ نے جتنا کم مجھے دیا، اس پر مجھے رشک اور آپ کی عطا پر پیار آ رہا ہے۔ تاہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی مثال تو بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے حساب کی شدت سے بچائے اور ہمارے ساتھ معافی اور درگزر والا معاملہ فرمائے۔ آمین

نظم

آلو لے لو، گوبھی لے لو، لے لو لال ٹماٹر
مُولی بھی ہے، پالک بھی ہے، لال لال ہے گاجر

دھنیا اور پودینہ لے لو، لے لو ادرک لہسن
ٹنڈے، لوکی اور چُقندر اُودے اُودے بیگن

سیم کی پھلیاں اور مٹر ہیں، اروی ہے اور قُلفا
انہیں پکا لے، ڈٹ کر کھا لے، گر ہے کوئی بھُوکا

نیبو، پیاز اور مُولی بھی ہے، ہری ہری ہیں مرچیں
چٹنی بناؤ، جیسے کھاؤ، جو بھی آئے جی میں

تازہ تازہ سبزی بیچوں، میں ہوں سبزی والا
روزی سب کو دیتا ہے وہ نیلی چھتری والا

سب سے بہتر، سب سے عمدہ، رب کی نعمت سبزی
مزے مزے سے کھاؤ جو بھی صحت بنائے سب کی

انواع و اقسام کے کھانے، شُکر ہے پیارے رب کا
فیض ہمیں یہ نعمت دی ہے، مالک ہے وہ سب کا

دلچسپ اور عجیب

کینبرا:

آسٹریلوی پرندوں کا یہ خاندان اپنی عجیب وغریب شکل وشباہت کی بناء پر 'فراگ ماؤتھ' (مینڈک جیسے منہ والا) کہلاتا ہے جسے سائنسدانوں نے انسٹاگرام کا 'مقبول ترین' پرندہ قرار دیا ہے۔

اس خاندان سے تعلق رکھنے والے پرندوں کا شمار دنیا کے سب سے بدصورت پرندوں میں کیا جاتا ہے جبکہ 2004 میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں 'فراگ ماؤتھ' کو 'دنیا کا سب سے بدقسمت دکھائی دینے والا پرندہ' بھی قرار دیا گیا تھا۔

لیکن سوشل میڈیا پر جانوروں کی تصاویر کے حوالے سے ہونے والی ایک تازہ تحقیق میں انکشاف ہوا ہے کہ پرندوں کا یہی خاندان انسٹاگرام پر سب سے زیادہ پسندیدہ بھی ہے۔

تاہم اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فراگ ماؤتھ کی زیادہ تصویریں انسٹاگرام پر اپ لوڈ کی گئی ہیں، بلکہ پرندوں کی 27 ہزار میں سے صرف 65 تصویریں ان پرندوں کی ہیں۔

البتہ، فراگ ماؤتھ کی ہر تصویر کو ملنے والے لائکس اور کمنٹس کی تعداد دوسرے پرندوں کی تصویروں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہیں۔

ماہرین نے اس مقصد کے لیے پرندوں کی تصاویر شیئر کرنے والے، ایسے 9 انسٹاگرام اکاؤنٹس کا جائزہ لیا جن کے فالوورز کی تعداد سب سے زیادہ، اور مجموعی طور پر 35 لاکھ تھی۔

انہیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ فراگ ماؤتھ پرندوں کی ہر تصویر کو دوسرے پرندوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ لائکس ملے تھے اور ان پر کمنٹس بھی زیادہ کیے گئے تھے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ شاید فراگ ماؤتھ کا دوسرے پرندوں سے بہت مختلف اور منفرد ہونا ہی اس کی وجہ ہے کیونکہ لوگ معمول سے ہٹ کر چیزوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔

خیر، وجہ کچھ بھی ہو لیکن اتنا ضرور طے ہے کہ فراگ ماؤتھ پرندوں کو انسٹاگرام پر ''پسندیدہ ترین پرندوں'' کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔

★

علم کی "آن لائن" شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

عام طور پر طالب علموں کے لیے سال کا یہ حصہ نئی کتابوں کی خوشبو، نئی کلاس، نئے ساتھی، نئے اساتذہ سے متعلق ہوتا ہے لیکن کورونا وائرس کی وبا نے دنیا کو نئے انداز سے دیکھنے اور تصور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

جہاں دنیا کے ہر شعبے میں حسبِ ضرورت کئی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں وہیں تعلیمی شعبے میں بھی بہت کچھ بدل رہا ہے۔ اس بدلاؤ میں آن لائن کلاس سرِ فہرست ہیں۔

یوں تو آن لائن کلاسوں کا رواج پوری دنیا میں پہلے سے ہی موجود تھا لیکن پاکستان کے طلبہ کے لیے درس و تدریس کا یہ ایک بالکل نیا طریقہ ہے جس کے لیے نہ ہمارے اساتذہ تیار تھے اور نہ ہی طالب علم، بلکہ ہمارا تو انفرااسٹرکچر بھی اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس جدید طریقۂ تعلیم کو قبول کر سکیں، نہ ہی ہم جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ ہیں اور نہ تیز ترین انٹرنیٹ کی سہولت ہر گھر میں موجود ہے۔

لیکن شہری علاقوں میں تو پھر کسی حد تک اس نئے تعلیمی طریقہ کار پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن دیہی علاقوں میں کیا ہوگا؟ جہاں 3 جی اور 4 جی کی سہولت بھی بمشکل میسّر ہے۔ تو کیا وہاں رہنے والے ایک بار پھر پیچھے رہ جائیں؟ اس بارے میں کسی نے کچھ سوچا یا وہ ہمیشہ کی طرح نظر انداز ہو گئے؟

آن لائن کلاسوں کے لیے ایک اچھا کمپیوٹر، کیمرا، ہیڈ فون، مائیک اور سب سے ضروری تیز انٹرنیٹ کنکشن درکار ہوتا ہے، اب تیز انٹرنیٹ اور مذکورہ آلات ہر گھر میں موجود نہیں ہیں اور موجود ہیں بھی تو تعداد میں ایک ایک ہیں۔ بالفرض ایک گھر میں ایک سے زیادہ بچوں کی آن لائن کلاسیں ہوں تو ہر ایک بچے کے لیے یہ سارے آلات خریدنا ضروری ہیں لیکن موجودہ حالات میں جہاں ایک متوسط گھرانے کے لیے ان آلات کو خریدنے کے لیے وسائل دستیاب نہیں ہیں، تو اس بات کا خطرہ بڑھ گیا ہے کہ معاشی طور پر پسماندہ طالب علم اس نئے آن لائن طریقے کے باعث تعلیم سے مزید دُور ہو جائیں گے۔

ہمارے اساتذہ بھی مکمل طور پر جدید ٹیکنالوجی کا استعمال نہیں جانتے۔ عرصہ دراز سے روایتی نظامِ تعلیم سے منسلک ہونے کی وجہ سے اب ان کے لیے اپنے کورس کو ڈیجیٹل تقاضوں کے مطابق ڈھالنا اور کیمرے کے سامنے تعلیم دینا ایک مشکل مرحلہ ہے جسے سیکھنے کی سخت ضرورت ہے۔

اب اس کام کے لیے وقت اور پیسہ دونوں درکار ہیں۔ اس سلسلے میں اسکول انتظامیہ بھی اپنے اساتذہ کو کوئی خاطر خواہ سہولت فراہم نہیں کر رہی اور اساتذہ اپنی تنخواہوں کے حصول کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت اپنی سی کوششوں میں مصروف ہیں۔

اسکول انتظامیہ اساتذہ سے توقع کرتی ہے کہ وہ پاور پوائنٹ پریزنٹیشن بنائیں، ویڈیو لیکچر ریکارڈ کریں اور مختلف ایپس کے ذریعے آن لائن کلاسیں لیں مگر وہ اس بارے میں کوئی واضح ہدایت پیش نہیں کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہونا چاہیے۔

ایک 60 سالہ استاد جو تکنیکی اعتبار سے زیادہ معلومات نہیں رکھتا، ان سے اس کام کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ نتیجتاً ان کی ملازمت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور جو اساتذہ آن لائن کلاسیں لے رہے ہیں ان کا پورا دن ان کلاسوں میں ہی گزر رہا ہے، جس کی وجہ سے وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس حوالے سے ایک اور بُری خبر یہ ہے کہ اس تمام تر محنت اور اپنی نوکری بچانے کی کوشش کے باوجود کئی اسکول ایسے ہیں جو ان اساتذہ کو وقت پر تنخواہ نہیں دے رہے، حالانکہ والدین سے فیس لینے کے معاملے میں ان اسکولوں نے ذرا بھی رعایت نہیں دی۔

لیکن حالات جس طرف جا رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ والدین اور اساتذہ کے لیے یہ آزمائش بہت جلد ختم ہونے والی نہیں۔ اس لیے آن لائن کلاسوں کے لیے ہمیں بچوں کو مکمل طور پر کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے استعمال کی آزادی دینے کی ضرورت ہے جو شاید ہمارے بچوں کے مستقبل کے لیے بہتر ثابت نہ ہو۔

حال ہی میں یونیسیف نے خبردار کیا ہے کہ لاک ڈاؤن کے دوران بچوں میں انٹرنیٹ کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے اور لاکھوں بچوں پر اس کے منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

بظاہر آن لائن کلاسوں میں بچوں کے سیکھنے سے متعلق نتائج زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ وہ اپنے کورس میں حقیقی طور پر مشغول ہونے اور سیکھنے کے بجائے پاسنگ گریڈ کا کریڈٹ حاصل کرنے کے لیے ایک طرح سے وقت گزاری کر رہے ہیں۔ اساتذہ کے لیکچر کے دوران اپنے دماغ میں آنے والے سوالات کو وہ ہاتھ کھڑا کر کے پوچھ نہیں سکتے جس سے انہیں کورس کو سمجھنے میں بھی انتہائی دشواری کا سامنا ہے۔

غرض یہ کہ، اس وبا کے پیشِ نظر ہمیں اس آن لائن نظام کو اپنانے کی ضرورت ہے جس میں ہر کسی کو اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔ والدین بھی بچوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں اور ان کی آن لائن سرگرمیوں پر نظر رکھیں، خاص طور پر مختلف ایپ یا انٹرنیٹ راؤٹر کے ذریعے اپنے بچوں کے کمپیوٹر پر لاک لگائیں تاکہ وہ انٹرنیٹ کو صرف اپنی ضرورت کے تحت ہی استعمال کر سکیں۔

★

اسکول انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو نہ صرف فوری طور پر کمپیوٹر اور دیگر آلات فراہم کریں بلکہ ان کو استعمال کرنے کے لیے مختلف تربیتی پروگراموں کا بھی انتظام کریں۔ ان تربیتی پروگراموں میں خاص طور پر Windows, MS Office, Internet, Zoom, Google meet وغیرہ جیسے چند اہم کمپیوٹر و آن لائن پروگرامز کی تربیت دی جائے۔

کمپیوٹر و آن لائن پروگراموں سے متعلق بنیادی تربیت نہایت کم عرصے میں ممکن ہے اور اب تو ٹیکنالوجی سے واقفیت رکھنے والے کچھ افراد نے تو اسکول کے اساتذہ کے لیے خصوصی ٹریننگ کا آغاز بھی کر دیا ہے جن کی مدد سے اساتذہ کو آن لائن کلاسیں لینے میں کافی مدد ملے گی۔

حکومتِ وقت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس مشکل وقت میں قوم کے مستقبل کو علم کی شمع سے دُور نہ ہونے دے، ایسے طلبہ جو معاشی طور پر پسماندہ ہیں ان کے کمپیوٹر آلات کا مفت اجرا اور انٹرنیٹ کی مفت ترسیل کو فوری طور پر یقینی بنائے اور اساتذہ کے لیے آن لائن ٹیچنگ ٹریننگ کے خصوصی پروگرام ترتیب دیے جائیں تاکہ حصول تعلیم کا سلسلہ اپنی تمام تر مشکلات کے باوجود بھی جاری رہ سکے۔

ریاستِ مدینہ

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک بدو آپؓ سے ملنے مدینے کو چلا، جب مدینے کے پاس پہنچا تو آدھی رات کا وقت ہو چکا تھا ساتھ میں حاملہ بیوی تھی تو اس نے مدینے کی حدود کے پاس ہی خیمہ لگا لیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا، بیوی کا وقت قریب تھا تو وہ درد سے کراہنے لگی،

حضرت عمر فاروقؓ اپنے روز کے گشت پر تھے اور ساتھ میں ایک غلام تھا، جب آپؓ نے دیکھا کے دور شہر کی حدود کے پاس آگ جل رہی ہے اور خیمہ لگا ہوا ہے تو آپؓ نے غلام کو بھیجا کہ پتہ کرو کون ہے؟

جب پوچھا تو اس نے ڈانٹ دیا کہ تمہیں کیوں بتاؤں، آپؓ گئے اور پوچھا تو بھی نہیں بتایا آپؓ نے کہا کہ اندر سے کراہنے کی آواز آتی ہے کوئی درد سے چیخ رہا ہے بتاؤ بات کیا ہے تو اس نے بتایا کہ میں امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق سے ملنے مدینہ آیا ہوں میں غریب ہوں اور صبح مل کے چلا جاؤں گا، رات زیادہ ہے تو خیمہ لگایا ہے اور صبح ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، بیوی امید سے ہے اور وقت قریب آن پہنچا ہے تو آپ جلدی سے پلٹ کر جانے لگے کہ ٹھہرو میں آتا ہوں،

آپؓ اپنے گھر گئے اور فوراً اپنی زوجہ سے مخاطب ہوئے کہا کہ: اگر تمہیں بہت بڑا اجر مل رہا ہو تو لے لو گی؟ زوجہ نے کہا کیوں نہیں تو آپؓ نے کہا چلو میرے دوست کی بیوی حاملہ ہے، وقت قریب ہے چلو اور جو سامان پکڑنا ہے ساتھ پکڑ لو،

آپؓ کی بیوی نے گھی اور دانے پکڑ لئے اور آپ کو لکڑیاں پکڑنے کا کہا آپؓ نے لکڑیاں اپنے اوپر لاد لیں۔ سبحان اللہ۔۔۔

(یہ کوئی کونسلر، ناظم، ایم پی اے یا ایم این اے نہیں یہ اس کا ذکر ہو رہا ہے دوستو جو کہ 22 لاکھ مربع میل کا حکمران ہے جس کے قوانین آج بھی چلتے ہیں جو عمر فاروق ہے) جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو فوراً کام میں لگ گئے بدو ایسے حکم چلاتا جیسے آپ شہر کے کوئی چوکیدار یا غلام ہیں،، کبھی پانی مانگتا تو آپ دوڑے دوڑے پانی دیتے کبھی پریشانی میں پوچھتا کہ تیری بیوی کو یہ کام آتا بھی ہے تو آپ جواب دیتے،، جبکہ اس کو کیا پتہ کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق خود ہیں،

جب اندر بچے کی ولادت ہوئی تو آپ کی زوجہ نے آواز لگائی یا امیر المومنینؓ: بیٹا ہوا ہے

تو یا امیر المومنینؓ کی صدا سن کر اس بدو کی تو جیسے پاؤں تلے زمین نکل گئی اور بے اختیار پوچھنے لگا کیا آپ ہی عمر فاروقؓ امیر المومنین ہیں ؟؟ آپ عمرؓ ہیں؟ وہی جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کانپے۔ آپ وہ ہیں وہی والے عمرؓ ہیں جس کے بارے میں حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگ کر اسلام کے لئے مانگا وہی والے نا؟؟

آپؓ نے کہا ہاں میں ہی ہوں اس نے کہا کہ ایک غریب کی بیوی کے کام کاج میں آپ کی بیوی خاتون اوّل لگی ہوئی ہے اور دھوئیں کے پاس آپ نے اپنی داڑھی لپیٹ لی اور میری خدمت کرتے رہے؟ تو سیدنا عمرؓ رو پڑے اس بدو کو گلے سے لگایا اور کہا تجھے پتا نہیں تو کہاں آیا ہے؟؟ یہ مدینہ ہے میرے آقا ﷺ کا مدینہ یہاں امیروں کے نہیں غریبوں کے استقبال ہوتے ہیں، غریبوں کو عزتیں ملتی ہیں، مزدور اور یتیم بھی سر اٹھا کر چلتے ہیں۔

★

آج کا سب سے بڑا سچ۔۔۔۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ آج کا سب سے بڑا سچ کیا ہے؟....ہاں ہاں کیوں نہیں، سب کو معلوم ہے کہ آج کا سب سے بڑا سچ کیا ہے....بتاؤ بھی سہی، باتیں ہی کئے جاؤ گے .... آج کا سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ ملک میں لوڈشیڈنگ نے لوگوں کا جینا عذاب بنا دیا ہے.... گھامڑ، یہ کون سا سچ ہے، لوڈشیڈنگ تو ہماری زندگیوں کا حصہ بن گئی ہے.... اگر تم اسے سب سے بڑا سچ نہیں مانتے تو اس بات کو مانو گے کہ کرپشن اب ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا سچ ہے.... یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟.... دیکھو ناں! کوئی کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتا۔ حکومتی سطح پر بھی کرپشن کے قصے تم روزانہ ہی سنتے ہو، اس لئے اب یہی سب سے بڑا سچ ہے.... تم بھی عجیب آدمی ہو، سب سے بڑے جھوٹ کو سب سے بڑا سچ کہہ رہے ہو، او بھئی! مَیں جانتا ہوں کہ تم جیسے لوگ کبھی سچ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔.... کیوں ہم کیوں نہیں پہنچ سکتے، کیا ہماری آنکھیں، کان اور دماغ نہیں ہے۔... میں کب کہہ رہا ہوں تم اندھے، بہرے یا پاگل ہو میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ تم سچ تک نہیں پہنچ سکتے.... اگر ہم نہیں پہنچ سکتے تو کیا تم پہنچ سکتے ہو، کیا تم نے سقراط کا جھوٹا پی رکھا ہے.... ارے بھئی! میں کب کہہ رہا ہوں کہ سچ تک پہنچ سکتا ہوں۔ البتہ مجھے یہ پتا ہے کہ میرے پاس ایک جادو کی چھڑی ضرور ہے، جو ہر سچ تک پہنچ جاتی ہے.... تمہارے پاس اور جادو کی چھڑی!.... او بھئی! محاورتاً، یہ بات کی ہے، دراصل میں ایک اینکر پرسن کا نوکر ہوں اور صاحب جس وقت چاہیں سچ کو سامنے لا سکتے ہیں اور اکثر لے بھی آتے ہیں۔ خوب کہی، اُن کے پاس کیا گیدڑ سنگھی ہے۔ کیا کرتب کر کے سچ کو سامنے لے آتے ہیں.... یہ تو مجھے پتہ نہیں، البتہ جب وہ شام کو پروگرام کرنے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں تو اکثر جاتے ہوئے بیگم صاحبہ سے کہتے ہیں ”آج تم دیکھنا میں کتنا بڑا دھماکہ کرنے والا ہوں، ایک ہی سچ جو ملک ہلا دے گا“۔.... کمال ہے، تمہارے صاحب کیا ملک ہلانے کے لئے پروگرام کرتے ہیں۔.... ابے نہیں یار! بس جوش میں آ کر ایسا بول جاتے ہیں۔.... تمہارے صاحب کو سچ بتاتا کون ہے؟.... یہ راز تو مجھے بھی نہیں معلوم، تاہم میں نے یہ ضرور دیکھا ہے کہ انہیں کہیں نہ کہیں سے کسی بڑے آدمی کا فون آ جاتا ہے۔ پھر وہ بھاگے بھاگے اسکے پاس جاتے ہیں، واپسی پر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ مجھے ہزار دو ہزار انعام دے دیتے ہیں۔ پھر جاتے ہوئے بیگم صاحبہ سے کہتے ہیں: ”دیکھنا بیگم آج میں کیا دھماکہ کرنے والا ہوں“.... تمہاری باتیں میری سمجھ سے تو باہر ہیں۔ کیا کبھی تمہارے صاحب کو کسی غریب آدمی نے بھی فون کر کے بلایا ہے؟.... لگتا ہے تمہارا دماغ بالکل ہی چل گیا ہے۔ وہ عام آدمی کا فون نہیں سنتے، تم غریب آدمی کی بات کر رہے ہو۔ خیر چھوڑو یہ باتیں، مَیں تم سے پوچھ رہا تھا کہ آج کا سب سے بڑا سچ کیا ہے اور بات تم کہاں لے گئے۔.... بات میں نہیں تم کہیں اور لے گئے ہو، اپنے صاحب کا ذکر چھیڑ کر آخر تم پر بھی اُن کا اثر تو ہونا ہی تھا، وہ بھی تو بات مشرق سے شروع کر کے مغرب میں لے جاتے ہیں.... یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟.... بلاوجہ بہتان نہ

لگاؤ۔۔۔ تمہاری اس بات پر مجھے ہنسی آگئی ہے۔ تمہارے صاحب کا تو روز گار ہی بہتان تراشی سے چلتا ہے اور تم مجھے الزام دے رہے ہو... مین سمجھا نہیں.... اب تم یہی بتاؤ کہ الزام بیٹے پر لگے اور ہدف باپ کو بنالیا جائے تو اسے تم کیا کہو گے؟ چلو یہ تو پھر بھی کوئی بے تکی بات نظر نہیں آتی، مگر اصل بے تکی بات تو یہ ہے کہ ایک شخص الزام لگا رہا ہے اور آپ اس کے الزامات کو نشر کرنے کے لئے لاؤڈ سپیکر بن جاتے ہیں، نہ تحقیق کرتے ہیں اور نہ ہی یہ سوچتے ہیں کہ جس پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ کروڑوں عوام کی اُمید ہے۔ ایک ایسے شخص کی خاطر، جس کی پہچان صرف دولت ہے۔ آپ جب پورے نظام کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں، تو اس سے بڑی بہتان طرازی اور کیا ہو سکتی ہے.... تم نے تو اچھی خاصی تقریر جھاڑ دی ہے۔ میرے صاحب کا یہ مشن ہے کہ سچ سامنے آنا چاہئے، چاہے اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے.... لیکن یہ بھی ہے کہ ایسا سچ کسی کھرب پتی کی زبان سے نکلا ہو، کبھی کسی غریب کے سچ کو بھی تمہارے صاحب نے نشر کیا ہے۔ خود اُن کے کھرب پتی سقراط کے خلاف سینکڑوں سچ گردش کر رہے ہیں، انہیں تو کبھی سامنے لانے کی زحمت نہیں کی.... ہر بندے کا ایک معیار ہوتا ہے، اچھا خیر چھوڑو یہ بحث، یہ بتاؤ کہ آج کا سب سے بڑا سچ کیا ہے؟ .... آج کا سب سے بڑا سچ تو یہی ہے کہ ہر کوئی جھوٹ بول رہا ہے.... کیا مطلب؟.... کس کس کی بات کرو گے۔ وزیر اعظم نے یہ جھوٹ کہا ہے کہ چیف جسٹس، اُن کے بیٹے کا کیس سنیں۔ اُن کے کسی بیٹے کا کیس ابھی سپریم کورٹ تک گیا ہی نہیں۔ یہ صرف ایک طنز ہے۔ جو اتنے بڑے منصب پر بیٹھے شخص کو زیب نہیں دیتا۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ اس بار فلاحی بجٹ پیش کئے گئے ہیں۔ جب سب کچھ استحصال اور کرپشن کے سہارے چل رہا ہو، تو فلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ اس میں بھی کوئی سچائی نہیں کہ ملک میں جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ یہ چند فیصد طبقے کی آمریت ہے اور کچھ نہیں۔ یہ بات بھی جھوٹ ہے کہ حکمران عدالتوں اور قانون کا احترام کرتے ہیں۔ ہاں ایک سچ ضرور ہے کہ اب اس ملک میں ہر آدمی کے خلاف سازش ہو سکتی ہے۔ اس میں نہ وردی والے محفوظ ہیں اور نہ کوٹ والے... بات کا بتنگڑ بنانا تو کوئی تم سے سیکھے، تمہیں تو کسی چینل کا اینکر پرسن ہونا چاہئے یا پھر سٹیج ڈرامے کا جگت باز۔ مَیں تم سے آج کا سب سے بڑا سچ پوچھ رہا ہوں اور تم جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہو.... تم ٹھیک کہتے ہو، آج واقعی مَیں جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہا ہوں، جہاں کوے کو سفید کہنے والے زیادہ ہو جائیں، وہاں سچ بولنے والے جھوٹے ہی کہلائیں گے۔ اس لئے تم جو سچ مجھ سے بلوانا چاہ رہے ہو، مَیں اُس میں اپنے جھوٹ کو شامل کر کے گناہ گار نہیں بننا چاہتا۔

دریائے دجلہ و فرات

ہزار سالوں سے دو دریا اپنے دوش پر بہہ رہے ہیں جو کہ علاقے کی تاریخ اور زرخیزی کی علامت بھی ہیں۔ان دونوں دریاوں کے کنارے تاریخ بھر مختلف ریاستیں آباد اور تباہ ہوئیں کیونکہ انسان ہر دور میں ان زرخیز علاقوں میں آباد ہونے کا خواب دیکھتا رہا ۔یہ دونوں دریا مختلف تہذیبوں کا مرکز رہے جن میں الما، آسور، بابیل، سمیر، آکات اور دیگر اقوام قابل ذکر رہیں۔ مصر میں واقع دریائے نیل بھی مختلف تہذیبوں کا گہوارا رہا مگر آج ہم جن دو دریاوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ دجلہ اور فرات ہیں۔

آسمانی مذاہب کی میزبانی میں پیش پیش علاقے میں یہ دونوں دریا بہتے ہیں، یہ دونوں دریا دینی، سیاسی، تجارتی اور اسٹریٹیجک اہمیت کے حامل ہیں جس کے اطراف کا زرخیز علاقہ اناطولیہ کے لیے ہی نہیں بلکہ عالمی تاریخ کا رخ تبدیل کرنے کا بھی سبب بنا ہے۔

تاریخ بھر آبی کنارے انسانی زندگی کے دوام کا وسیلہ بنے ہیں، حقیقی زندگی کے علاقہ افسانوی کہانیوں میں بھی ان کا کردار اہم رہا ہے، بلاشبہ تمام تہذیبوں سے منسوب افسانوں میں پانی کا ذکر ملتا ہے سمیر قوم میں آبی دیوی اینکی نے دریائے دجلہ و فرات کو تخلیق کیا جس کے بعد علاقے کی زرخیزی کے لیے اس نے بارش بھی برسائی۔ ان روایات کا ذکر ہمیں ان پرانے کتبوں سے ملتا ہے جن کو دریائے دجلہ و فرات کی تہوں سے بازیاب کیا گیا تھا۔ سمیر تہذیب بھی انہیں دریاوں کے کنارے آباد ہوئی تھی، دجلہ وادی میں آباد آسور قوم کے صدر مقام بھی یہی تھے جو کہ زرعی شعبے میں ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

ماضی سے مستقبل تک یہ علاقہ ایک دوسرے میں گھل مل گیا ہے، دریائے فرات و دجلہ کے کنارے قدیم انسانوں نے چٹانوں کو تراش کر وہاں غار بنائے اوران کی دیواروں پر بعض شبیہات کندہ کیں تا کہ آنے والی نسلوں کو اپنی تہذیب سے روشناس کروا سکیں۔ دریائے دجلہ و فرات کے اطراف کا علاقہ بالخصوص ضلع آدیامان کے قریب کی جانے والی سحر موز کی کھدائی اس تہذیب کا ثبوت ہے، ضلعشانلی عرفا میں جلالی سنگ تراشی کا عہد جہاں نوالی جوری کا دور دورہ تھا، اس تہذیب کے ذریعے انسانوں کی طرف سے پالتو جانوروں کی افزائش اور دیکھ بھال کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔ اسی جگہ گو بیکلی تیپے بھی واقع ہے جس نے اس وقت سائنسی دنیا کو دم بخود کر رکھا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میزوپوتامیا کوئی معمولی علاقہ نہیں

بلکہ تاریخی اعتبار سے ایک وسیع و عریض علاقہ ہے جہاں آج بھی کھدائی کا کام جاری ہے تاکہ دنیا ان قدیم تہذیبوں سے مزید آشنا ہو سکے۔

دریائے فرات میزوپوتامیا اور قرون وسطیٰ میں بہتا ہے جس کی طوالت ایک ہزار کلو میٹر ہے، اس دریا کو آسور قوم نے پوراتو، عربوں نے فرات اور مغربی زبانوں میں اسے یوفریت کہا جاتا رہا ہے۔ یہ دریا ہزارہا سالوں سے زراعت و تجارت کا مرکز رہا، انیسویں صدی تک اس دریا پر کسی قسم کا پل نہیں تعمیر کیا گیا جہاں سے یہ بہتے ہوئے خلیج بصرہ میں جا گرتا ہے۔

دریائے فرات کے بارے میں خیال ہے کہ اس کے پانی سے علاقے کی زرعی اراضی کو تقریباً تین ہزار سال قبل سے سیراب کیا جاتا رہا ہے۔ یہ کس کا خیال تھا یہ تو معلوم نہیں البتہ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ آسوری شہنشاہ نمرود نے اسے حقیقت کا روپ دینے کے لیے لاکھوں غلاموں سے کام لیا تھا۔

دجلہ انتہائی تیز رفتاری سے بہنے والا دریا ہے جو کہ فرات کے بعد اناطولیہ کا دوسرا طویل ترین دریا مانا جاتا ہے۔ فارسی میں اسے تغلات اور یونانی زبان میں اسے تیگریس جبکہ مذہبی کتب میں اس کا نام دجلہ رہا ہے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ حضرت دانیال پر وحی نازل ہونے کا بھی یہ دریا وسیلہ بنا جسے دنیا کے تین مقدس ترین دریاوں میں سے ایک قبول کیا جاتا ہے۔ دریائے دجلہ سات ہزار سال سے بہہ رہا ہے جس کے کنارے تیس سے زائد تہذیبیں پروان چڑھیں۔ دیار بکر کا تاریخی قلعہ اسی دریا کی قدیم موجودگی کا بھی ہمیں پتہ دیتا ہے جسے یونیسکیو کے ثقافتی ورثے کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔

صدیوں سے دجلہ و فرات کا پانی زرخیزی کی علامت رہا ہے، ان دریاوں نے متعدد جنگوں کا بھی احوال دیکھا، دور حاضر میں یہ دونوں دریا عراق، شام اور ترکی کے بعض شہروں کو سیراب کرتے ہیں جن پر اب بیراج بھی تعمیر کیے گئے ہیں۔ دریائے فرات پر سات اور دجلہ پر اس وقت چھ بیراج قائم ہیں۔ دریائے فرات پر قائم اتاترک بیراج اس وقت ترکی اور یورپ کا سب سے بڑا بیراج ہے۔ یہ دونوں دریا اپنے محل وقوع اور بیراجوں کے اعتبار سے مشرق وسطیٰ کی سیاسی صورتحال اور عالمی تعلقات کے مرکز نگاہ بنے ہوئے ہیں۔

★

دریائے دجلہ و فرات، تہذیبوں کی آبادکاری و تباہ کاری، متعدد جنگوں، لاتعداد عشقیہ داستانوں اور افسانوں کے حامل دنیا کے مقدس ترین دریاؤں مین شمار کیے جاتے رہے ہیں۔ اناطولیہ میں ان دریاوں کے کنارے کی جانے والی کھدائیوں سے بازیافت کیے گئے آثار اناطولیہ کے ساتھ ساتھ پوری انسانی تاریخ کے لیے بھی باعث غور و فکر بنے ہوئے ہیں۔

دریائے فرات اپنے بہتے راستے میں آنے والی تمام مشکلات کو عبور کرنے میں کامیاب رہا جبکہ دجلہ ایک بل کھاتا دریا کا نام ہے، اسی وجہ سے لڑکوں کو فرات کا اور دجلہ لڑکیوں کا نام رکھا جاتا ہے۔

نیولیتیک دور سے یہ دونوں دریاوں کا پانی انسانی تاریخ میں کثیر الثقافتی رنگ گھولتا رہا ہے۔ یہ دریا علاقے کی دینی، سیاسی، تجارتی اور اسٹریٹیجک اہمیت کے حامل رہے ہیں، ماضی میں شاہراہ ریشم اور دور حاضر میں بچھائی جانے والی تیل اور گیس کی پائپ لائنیں انہی دریاوں کے قریب سے گزرتی ہیں۔

آج ہم نے آپ کو ترکی میں بہنے والے دو اہم دریاوں دجلہ و فرات کے بارے میں بتایا جنکا شمار دنیا کے تین اہم مقدس دریاوں میں سے دو کے طور پر ہوتا ہے اور جو تاریخ انسانی سے آج تک عالمی سیاست اور تاریخ کے مرکز نگاہ بنے ہوئے ہیں

بے پَر کی اڑانا

مستانہ اپنے علاقے کا ایک مشہور حجام تھا۔ بے تکی شاعری کرتا تھا۔ قافیہ اور ردیف سے ناواقف یہ خود ساختہ شاعر اپنے آپ کو غالب اور مومن کے برابر کا شاعر سمجھتا تھا۔ فیس بک پر اپنے اُلٹے سیدھے اشعار لگاتا اور انھیں اقبال کا ہم پلہ بتاتا۔

کبھی دکان پر اپنی کسی بے وزن غزل کو مرزا غالب کے معیار کا سمجھ کر سناتا اور ملازموں اور ادب سے ناواقف گاہکوں سے خوب داد سمیٹتا۔ اس علاقے میں مسافر دہلوی نام کے ایک شاعر بہت مشہور تھے۔ مسافر دہلوی تنہائی پسند آدمی تھے۔ انھیں لوگوں میں گھلنا ملنا پسند نہیں تھا، اس لئے اکثر لوگ اُن کے صرف نام اور کلام ہی سے واقف تھے۔

"چھوٹے! تین کپ چائے لا"!

"ابھی لایا استاد۔"

مستانے نے ابھی ابھی دکان کھولی تھی۔

"اجو! ٹی وی کھول، دیکھوں تو ذرا امریکا میں کورونا کی اب کیا حالت ہے؟"

"کیوں استاد جی! امریکا جانے کا ارادہ ہے کیا؟" اجو نے کچو کا لگاتے ہوئے کہا۔

"ارے احمق! وہاں میرا فیس بک فرینڈ مائیکل رہتا ہے نا۔"

"ارے واہ استاد! وہ تو بہت اچھی انگریزی بولتا ہو گا، لیکن تم اس سے کیسے بات کرتے ہو؟"

"چل، دکان میں جھاڑو لگا۔ بہت بولنا آ گیا ہے۔ کام کے وقت ہاتھ نہیں چلتا اور زبان ...." دراصل مستانے کو بال کاٹنے کے ساتھ ساتھ بے پَر کی اڑانے کی عادت تھی۔

گاہکوں کی آمد شروع ہو گئی۔ ایک گاہک کے بال بناتے ہوئے مستانے نے کہا: "ارے صاحب! یہ کورونا ورونا کچھ نہیں ہے۔ جس کو ہونا ہے ہو جائے گا، جس کو نہیں ہونا تو نہیں ہو گا۔ بلا وجہ لوگ اتنی احتیاط کر رہے ہیں۔ کیوں غلط کہا میں نے؟"

وہ اپنی بات کو وزن دار بنانے کے لئے اکثر جملے کے آخر میں یہی کہہ دیا کرتا۔

گاہک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مستانہ بھلا کیسے چپ رہتا۔ ٹی وی پر کوئی سیاسی خبر آئی تو مستانہ رہ نہ سکا، کہنے لگا: "میں ہر معاملے سے واقف ہوں۔ یہ جو ابھی خبر آئی ہے، مجھے سب پتا ہے محترم! یہ سب بیان بازی ہے۔ بس کہتے کچھ ہیں ہوتا کچھ ہے جناب! جس سیٹ پر آپ بیٹھے ہیں بڑے بڑے سیاست دان، وکیل، پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر اور شاعر یہاں بیٹھ چکے ہیں اور شاعری تو اپنی جان ہے۔

گاہک نے پہلی بار زبان کھولی: "اچھا تو آپ شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔"

★

”ارے یہ کیا کہہ دیا جناب! دلچسپی؟ لگتا ہے آپ نے میری شاعری سنی نہیں۔ ایک پختہ کار شاعر ہوں میں اور آپ پوچھ رہے ہیں کہ.... “مستانے نے اکڑتے ہوئے مزید کہا: ” چلیں میں آپ کو اپنا شعر سناتا ہوں:

ہم ہیں مستانہ اور وہ بیگانہ

یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے

گاہک نے جھٹ سے کہا: ” ارے یہ شعر تو کچھ سناسنا سالگ رہا ہے۔"

”ارے صاحب! میرے اشعار تو آپ کو اکثر دیواروں اور رکشوں، ٹرکوں اور بسوں کے پیچھے لکھے ہوئے ملیں گے۔ لوگ دور دور سے آکر شعر مانگتے ہیں، میں ٹھہرا دریادل انسان، اسی وقت شعر تیار کر کے دے دیتا ہوں، بے چاروں کا دل خوش ہو جاتا ہے۔"

گاہک نے پوچھا: ”اچھا تم مسافر دہلوی کو جانتے ہو؟“

”ارے مسافر! وہ تو بچہ ہے میرے سامنے۔ کئی دفعہ سمجھایا ہے اس کو، اپنے قافیے ردیف درست کرے، لیکن میری مانتا کب ہے۔“

”وہ تو خاصا مشہور شاعر ہے۔“

”ارے جناب! شاعری کیا ہے بس اس کا مصرع اُس میں جوڑ دیا، یہ بھی کوئی شاعری ہے۔

شاعری کے اسرار و رموز تو مستانہ ہی جانتا ہے۔ کیوں بے اجو! غلط کہا کیا میں نے؟“

اسی وقت ایک صاحب دوکان میں داخل ہوئے اور مستانہ جس شخص کے بال بنا رہا تھا، اسے دیکھ کر بولے: ”ارے مسافر دہلوی صاحب! اچھا ہوا آپ یہیں مل گئے۔

میں تو مشاعرے کی دعوت دینے آپ کے گھر جانے والا تھا“!

یہ سنتے ہی مستانہ حیرت کے عالم میں بولا ”کک! کیا..... کیا..... کیا کہا یہ مسافر دہلوی..... “دوسرے ہی لمحے گاہک، اجو اور مسافر دہلوی کے قہقہوں سے دکان گونج اُٹھی۔

بخشی میاں

بخشی میاں کا دروازہ اکثر بند رہتا تھا۔ کھڑکی اس وقت کھلتی جب انھیں پھلوں کے چھلکے پھینکنے ہوتے، یا گلی میں کھیلتے بچوں کو ڈانٹنا ہوتا۔

اکثر ان کی تیز آواز سنائی دیتی: "گھر میں ٹک کر بیٹھا نہیں جاتا۔

اودھم مچار کھا ہے محلے میں، کھڑکیاں توڑنے کو پیدا ہوئے ہیں، سب بھاگ جاؤ۔ اب گلی میں مجھے کوئی نظر نہ آئے۔" وہ کھڑکی سے سر نکال کر چلاتے تو بچے اپنے اپنے گھروں کے دروازوں کے پیچھے سے انھیں جاتا دیکھ کر ذرا دیر بعد پھر سے اکٹھا ہو جاتے اور کھیل کود میں مگن ہو کر سب کچھ بھول جاتے۔

دوسروں کے بچوں کو تو کیا انھوں نے کبھی اپنے بچوں کو بھی کھیل کود میں پڑنے نہ دیا تھا۔ اگر کبھی وہ گھر سے باہر نکل بھی آتے اور بخشی میاں کو پتا چل جاتا تو وہیں سے پکڑ لاتے۔

پھر بچوں کے ساتھ ساتھ بیوی کو بھی سناڈالتے۔

بخشی میاں محلے کے کسی فرد کو اپنے لائق نہ سمجھتے۔

ان کے خیال میں لوگ اس قابل نہیں کہ انھیں منہ لگایا جائے۔ بیٹے بڑے ہو کر ذرا قابل ہوئے تو ایک ایک کر کے گھر چھوڑ گئے۔ اپنی دنیا بنانے کے لئے انھیں نکلنا ہی پڑا۔ بیٹوں کے جانے کا ذمے دار بھی وہ بیوی کو ہی ٹھہراتے: "اگر تم ڈھنگ سے ان کی تربیت کرتیں تو وہ جاتے ہی کیوں؟" وہ اکثر طعنہ دیتے اور بے چاری بیوی خاموشی سے سن لیتی۔

بخشی میاں کے گھر سے باہر جانے کے بعد اللہ سے فریاد کرنے لگی۔ بیٹے بھی یاد آنے لگے۔ اسے گزرے ہوئے وہ دن یاد آ گیا، جب وہ اپنے تینوں بیٹوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی.....

"میری خواہش ہے کہ میں اتنی دولت کماؤں کہ آپ کے لئے ایک محل خرید سکوں!" بلال نے سر اُٹھا کر ماں سے کہا۔

"اور میری خواہش ہے کہ میں ایک بڑا باغ خریدوں، جس میں قسم قسم کے پھل دار درخت ہوں، پھول ہوں، سبزہ ہو، جھولے اور بہت کچھ۔" دانیال کی آنکھوں میں بھی خواب سجے تھے۔

"اور میری خواہش ہے کہ میں ایک جہاز خریدوں، جس میں بیٹھ کر اماں کے ساتھ ملکوں ملکوں کی سیر کر سکوں۔

"چھوٹا بھائی نہال بولا۔

"اور میری خواہش ہے، میرے تینوں بیٹے میرے پاس ہی رہیں، میری آنکھوں کا تارا بن کر۔" ماں محبت سے بولی۔

"ہم سب بلال بھائی کے محل میں رہیں گے، دانیال بھائی کے باغ کی سیر کریں گے اور میرے جہاز میں گھومیں پھریں گے۔

★

”نہال چہک کر بولا۔ سب ہنسنے لگے۔

ماں بچوں کی باتیں یاد کر کے روتے روتے ہنس پڑی۔

اُدھر بخشی میاں دوستوں میں بیٹھے اپنے کارنامے سنا رہے تھے۔

”ارے نانبائی کی اولاد ہے۔ بے شک آج اہم عہدے پر ہے، مگر ہے تو نانبائی۔

”انھوں نے حاکم شہر کے خاص افسر کے بارے میں شوشہ چھوڑا۔

”بخشی بھیا! سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔“ ایک دوست بولا۔

بخشی میاں چہک کر بولے: ”نا بھئی ہم کیا کسی سے ڈرے بیٹھے ہیں۔

اس کے باپ دادا گلیوں میں جوتیاں چٹخاتے پھرتے تھے۔ انسان کو اپنی اوقات یاد رکھنی چاہیے۔“

وہ سوچ سمجھ کر بولنے والوں میں سے نہ تھے۔ نواز خان سے انھیں نہ جانے کیا پرخاش تھی کہ اس کے خلاف بولتے رہتے۔ خیر اس وقت تو بات آئی گئی ہو گئی، مگر وہ جو کہتے ہیں منہ سے نکلی کوٹھوں چڑھی، وہی معاملہ ہوا۔

ایک دن حاکم شہر کے چند کارندے آئے اور بخشی میاں کو لے گئے۔ نواز خان کو تواضع نے ان کے چودہ طبق روشن کر دیے ۔ کئی دن مہمان خانے میں رہ کر گھر آئے تو ان کی چلتی زبان رک گئی۔ بیوی کو بھی ان کی بدزبانی سے نجات مل گئی۔ سچ ہے اونٹ پہاڑ کے سامنے آتا ہے تو اسے اپنے قد کا اندازہ ہوتا ہے۔

انھیں اپنی کڑوی زبان کے نقصان کا اندازہ ہوا تو اس کے مزاج میں تبدیلی آ گئی، بلکہ کایا پلٹ گئی۔ بیٹوں کو پتا چلا تو گھر لوٹ آئے۔ ابا کے مشورے سے تینوں بھائیوں نے مل کر ایک جگہ بڑا سا خوب صورت گھر لیا، جس میں ایک خوب صورت سا باغ بھی تھا۔ ماں نے تین خوب صورت اور خوب سیرت شہزادیوں جیسی دلہنیں تلاش کر کے بیٹوں کی شادیاں کر دیں۔ یوں سب مل جل کر ہنسی خوشی رہنے لگے۔

★

اہلِ قلم

منشی پریم چند اردو کے وہ افسانہ نگار ہیں جنہوں نے اردو افسانوں کو طلسماتی اور رومانی فضا سے نکال کر زندگی کی حقیقتوں کا نقیب اور ترجمان بنایا۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں اصلاح معاشرہ کا رنگ غالب تھا لیکن جیسے جیسے مارکسی نظریات سے قریب ہوتے گئے ان کا ادب زندگی کی عریاں سچائیوں کا ترجمان بنتا گیا۔ ''کفن'' پریم چند کے نظریئے اور فن دونوں کا وہ سنگ میل ہے جس کا اُردو تو کیا بلکہ کسی دیگر ہندوستانی زبان میں بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ انھیں اُردو اور ہندی کہانیوں / افسانوں کا باوا آدم کہا جاتا ہے ۔پریم چند سے پہلے افسانے شہری زندگی اور اس کے مسائل تک محدود تھے پریم چند نے پہلی بار افسانہ میں گاؤں کی کھلی ہوئی زندگی، اس کے میلے ٹھیلے، کھیت کھلیان، چوپال اور گاؤں کے سماجی رشتوں کو پیش کیا۔ پریم چند نے افسانہ میں عام انسانی زندگی سے اخذ کیے ہوئے کرداروں کے مطالعہ اور ان کے نفسیاتی تجزیے پر بڑا زور دیا ہے۔ پریم چند نے اردو زبان و ادب اور اس کے سرمایہ فکر کو ایک نئی جہت سے آشنا کیا۔ انھوں نے زندگی اور کائنات کو فکر و نظر کے مروجہ زادیوں سے ہٹ کر ایک نئی سطح سے دیکھا۔ ایک ایسی بلند سطح سے جہاں سے زندگی اور انسانیت کا سمندر کروٹیں لیتا اور ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔ وہ پہلے ادیب تھے جن کی نظر حیات انسانیت کے انبوہ میں ان مجبور اور بے بس انسانوں تک پہنچی جو قدرت کے دوسرے بے زبان مظاہر کی طرح صدیوں سے گونگے اور بے زبان تھے۔ پریم چند نے انھیں زبان دی۔

31 جولائی 1880ء کو ضلع وارانسی مرٹھوا کے ''لمہی'' نامی گاؤں میں پیدا ہونے والے منشی پریم چند کا اصلی نام دھنپت رائے تھا جو اُن کے والد صاحب نے رکھا لیکن اُن کے چچا نے انکا نام پریم چند رکھا اور آگے چل کر وہ منشی پریم چند کے نام سے شہرت کی بلندیوں پر پہنچے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم لائل پور کے ایک مولوی سے حاصل کی، جہاں منشی پریم چند اردو اور فارسی زبان کے رموز سیکھے اور ادب سے شناسائی حاصل کی اور 1895ء میں گورکھپور سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور بعد میں معلم کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی اور ۱۸ روپے ماہوار تنخواہ لیا کرتے تھے۔ 1899ء میں بنارس میں اسسٹنٹ ٹیچر کی نوکری مل گئی اور 1900ء میں بیرائچ کے گورنمنٹ اسکول میں بہ طور ٹیچر مقرر ہوئے تقرر ہوا اور الہ آباد میں جاکر آپ نے پہلی مرتبہ سنجیدگی سے لکھنا شروع کیا۔

1908ء میں جونیئر انگلش ٹیچر کا امتحان پاس کیا اور اسی سال الہ آباد یونیورسٹی سے اردو ہندی کا خصوصی امتحان پاس کیا اور 1909ء میں ترقی پاکر سب انسپکٹر آف سکولز ہوگئے۔ 1919ء میں بی۔ اے کیا اور فروری 1920ء میں عدم تعاون کی تحریک کے سلسلے میں ملازمت سے علیحدہ ہوئے اور لکھنؤ میں پہلی مرتبہ انجمن ترقی پسند مصنفین کی صدارت کی۔ منشی پریم چند اپنے ناول ''نواب رائے'' کے نام سے لکھتے تھے آپ کا پہلا ناول ''اسرارِ معابد'' رسالہ آوازِ خلق میں 18 اکتوبر 1903ء کو شائع ہوا جس نے قبول سند عام حاصل کی جب دوسرا ناول ''کیش نا'' کے نام لکھا جواب موجود نہیں۔ منشی پریم چند کا پہلا افسانوں کا

مجموعہ ”سوزِ وطن“ کے نام سے 1908ء میں شائع ہوا جس میں 5 افسانے شامل تھے ان افسانوں میں آزادی، حریت پسندی، غلامی سے نجات اور علم بغاوت بلند کرنے کے موضوعات کو سمیٹا گیا تھا۔

جس کے باعث ہندوستان پر قابض حکومتِ برطانیہ نے اس افسانوی مجموعے پر پابندی عائد کر دی چنانچہ گورکھپور کی حکومت نے افسانوی مجموعے کی تمام نقول حاصل کر کے جلا دیں اور آئندہ کے لیے سخت پابندی عائد کر دی۔ اس واقعہ کے بعد سے منشی پریم چند اپنا ادبی نام ”رائے نواب“ ترک کر کے اپنے چچا کی جانب سے دیے گئے نام میں منشی کا اضافہ کر کے ”منشی پریم چند“ اختیار کیا اور تادم مرگ یہی ادبی نام استعمال کرتے رہے۔ منشی پریم چند کے مشہور ناول میں اسرار مابعد اور کشانا مشہور افسانوں میں کفن، حج اکبر اور نجات جب کہ معروف کہانیوں میں انمول رتن شامل ہیں۔ منشی پریم چند نے مریادا، مالا اور مادھوری کے نام سے نکلنے والوں علمی اور ادبی رسالوں کی ادارت کی اور بعد میں ملازمت ترک کر کے اپنا رسالہ ”ہنس“ کے نام شائع کیا۔ پریم چند کی افسانہ نگاری کا آغاز بیسویں صدی سے ہو جاتا ہے۔ 19 ویں صدی کی کالونیاں 20 ویں صدی میں کئی نئے ادیبوں سے آشنا ہو گئی تھیں۔ ایک طرف جہاں اردو شاعری میں اقبال نے ایک نئی جہت اور احتجاجی لہر کا آغاز کیا اور 19 ویں صدی کا معذرت خواہانہ لہجہ آہستہ آہستہ احتجاج میں بدل گیا یہی طرز نثری ادب میں دیکھا گیا اور یوں جنگِ عظیم اول 1914ء اور انقلاب روس 1917ء نے سامراجی قوتوں کے رعب میں رخنہ ڈال دیا تھا۔ پریم چند بھی اسی نیم سیاسی اضطراب اور ملک و قوم کی بقاء کے دفاع کے لیے جدوجہد میں گذرے اُس دور سے متاثر ہوئے اور شہرہ آفاق افسانوی مجموعہ ”سوزِ وطن“ تخلیق کیا جس نے قوم میں حریت و ہمیت کی نئی روح پھونک دی یہی وجہ ہے کہ برطانوی سامراج کو اس مجموعہ پر پابندی لگانی پڑی۔ ادب کے ذریعے انقلاب اور معاشرے میں تبدیلی لانے کا تصور پریم چند کی ابتدائی کہانیوں ہی سے سامنے آ گیا تھا اس حوالے سے وہ مقصدی ادب کی ایسی تحریک کا تسلسل تھے جو 1958ء کے بعد سرسید اور ان کے رفقاء کے ہاتھوں شروع ہوئی تھی۔ آپ کی ابتدائی کہانیوں میں حقیقت نگاری کا پہلو نمایاں رہا ہے اور پریم چند اس نکتہ سے واقف تھے کہ حقیقت نگاری کا محدود تصور فن کو تباہ کر دیتا ہے۔ جب ہندوستان میں مذہبی داستانیں اور مافوق الفطرت موضوعات عروج پر تھے، آپ نے بین الاقوامی، ملکی، علاقائی، معاشرتی اور معاشی مسائل پر قلم اٹھایا۔ آپ نے ہندوستان کے دیہی موضوعات سے ساتھ ساتھ متوسط شہری کی زندگی کے مسائل پر بھی لکھا۔

منشی پریم چند کے افسانوں کے مجموعے:

(۱) سوزِ وطن ” 1908ء میں شائع ہوا۔ جس میں پانچ افسانے ہیں۔ (۲) پریم پچیسی حصہ اول 1914ء میں شائع ہوا۔ جس میں بارہ افسانے ہیں۔ (۳) پریم پچیسی حصہ دوم 1918ء میں شائع ہوا جس میں تیرہ افسانے ہیں۔ (۴) پریم بتیسی حصہ اول 1920ء شائع ہوا جس میں سولہ افسانے ہیں۔ (۵) پریم بتیسی حصہ دوم 1920ء میں شائع ہوا جس میں سولہ افسانے ہیں۔ (۶) خاک پروانہ 1928ء شائع ہوا جس میں سولہ افسانے ہیں۔ (۷) خواب و خیال 1928ء میں شائع ہوا جس میں 14

افسانے ہیں۔(۸)فردوس خیال 1929ءمیں شائع ہوا جس میں بارہ افسانے ہیں۔(۹)پریم چالیسی حصہ اولاودوم 1930 عیسوی میں شائع ہوئے جس میں بیس افسانے ہیں۔(۱۰)آخری تحفہ 1934ءمیں شائع ہوا جس میں تیرہ افسانے ہی۔(۱۱)زادراہ 1936ءمیں شائع ہوا جس میں پندرہ فسانے ہیں۔(۱۲)دودھ کی قیمت جس میں نو افسانے ہیں۔1937ءمیں شائع ہوا۔(۱۳)واردات 1938ءمیں شائع ہوا جس میں تیرہ افسانے ہیں۔

منشی پریم چند کے ناول:

(۱)اسرار معابد پریم چند کا پہلا ناول ہے جو نا مکمل رہا تھا۔انیس سو تین لے کر انیس سو پانچ تک شائع ہوا تھا۔(۲)ہم خرما وہم ثواب 1905ءمیں شائع ہوا۔(۳)کشنا۔روٹھی رانی۔(۴)جلوہ ایثار 1912ءمیں شائع ہوا۔جلوہ ایثار ایک سوانحی ناول ہے جس میں پریم چند نے سوامی ویویکانند کی زندگی اور شخصیت کو ناول کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔(۵)بازار حسن۔یہ ناول اردو میں دو حصوں میں شائع ہوا تھا۔ پہلا حصہ 1921ءاور دوسرا حصہ 1922ءمیں شائع ہوا۔(۶)گوشہ عافیت گوشہ عافیت اردو میں 1928ءمیں شائع ہوا تھا۔گوشہ عافیت پریم چند کا نہیں بلکہ ہندوستانی ادب کا پہلا ناول ہے جس میں ہندوستان کے محنت کش کی زندگی اور اس کے بنیادی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔(۷)چوگان ہستی یہ ناول اردو میں انیس سو ستائیس میں شائع ہوا تھا۔اس کا مرکزی کردار سورداس ہے۔ اسے پانڈے پور کی روداد بھی کہا جاسکتا ہے۔پریم چندنے چوگان ہستی کو اپنا بہترین ناول قرار دیا ہے۔(۸)پردہ مجاز 1928ءمیں لکھا گیا۔(۹)نرملا۔اردو میں یہ ناول 1929ءشائع ہوا۔(۱۰)بیوہ اردو میں 1932ءمیں شائع ہوا۔(۱۱)غبن یہ ناول 1932ءمیں شائع ہوا۔(۱۲)میدان عمل 1936ءمیں شائع ہوا۔اس کے مرکزی کردار امر کانت۔سمر کانت اور سکھدا۔۔۔(۱۳)گودان پریم چند کا آخری مکمل ناول ہے جسے انہوں نے میدان عمل کے بعد لکھنا شروع کیا تھا اور انیس سو پینتیس میں مکمل کیا تھا۔ناول گودان 36 ابواب میں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ناول گودان اردو میں پریم چند کی وفات کے بعد انیس سو سینتیس میں مکتبہ جامعہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔اس ناول کا مرکزی کردار ہوری ہے جو بلاری گاؤں کا رہنے والا ہے۔دھنیا اس کی بیوی اور گوبر اس کا بیٹا تھا۔سونا اور روپا ہوری کی دو بیٹیاں تھیں۔اس کے علاوہ رائے اگر پال معتادین۔مسٹر مہتا۔مس مالتی۔مسٹر کھنا۔مسٹر اون شام بخاری وغیرہ اس ناول کے کردار۔(۱۴)منگل سوتر یہ پریم چند کا نا مکمل اور آخری ناول ہے اتفاق سے پریم چند کا پہلا اور آخری دونوں ناول نامکمل ہیں۔

زندگی کے آخر ایام میں منشی جی کافی بیمار رہے۔25 جون کو انہیں خون کی قے ہوئی۔ دوالائی گئی لیکن افاقہ نہ ہوا۔نقاہت اتنی کہ چلنے پھرنے میں دشواری ہونے لگی۔کچھ دور پیدل چلتے تو چکر آجاتے۔پورا پورا دن نیم بیہوشی کی حالت میں گزرتا۔گاؤں میں علاج سے طبیعت ٹھیک نہ ہوئی تو لکھنو آئے...دس بارہ دن رہ کر واپس گئے لیکن طبیعت بحال نہ ہوئی،قے دست کا سلسلہ جاری رہا۔۔۔8 اکتوبر 1936ءکو ایک بار پھر بیہوشی طاری ہوئی....اور پھر افسانوی مجموعوں کے تخلیق کار اور ناول نگاری میں سے ڈارمہ نگاری کے رموز تراشنے والے اردو ادب کے پہلے معروف ناول نگار،افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار منشی پریم چند 8 اکتوبر 1936ءکو 56 سال کی عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے لیکن اپنی تحریروں میں وہ آج بھی زندہ ہیں اور علم وادب کے پیاسوں کو دیراب کر رہے ہیں۔

ماہِ شوال کی فضیلت

ماہ شوال عربی سال کا دسواں مہینہ ہے، ہم اہل اسلام کے نزدیک اس کی حیثیت بڑی نمایاں ہے، اس کی پہلی تاریخ کو نماز دوگانہ ادا کی جاتی ہے، بہتر سے بہتر بدلے کی اللہ رب العالمین سے توقع ہوتی ہے،

تشکر و امتنان سے نگاہیں جھکی ہوتی ہیں، بس ایک عجیب سماں ہوتا ہے، جس سے روح تازہ ہوتی ہے۔

رمضان کے ساتھ شوال کے چھ روزوں کا اہتمام سال بھر کے روزوں کے ثواب کو آسان کر دیتا ہے۔

غور کرنے پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کے متعینہ روزوں میں سے روزہ اجر و ثواب کے اعتبار سے رمضان کے روزوں کی برابری رکھتا ہے، اس ابہام کی تھوڑی سی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ رمضان کا ہر روزہ دوسرے دس روزوں کے برابر ہے اس طرح تیس روزے تین سو دنوں یعنی پورے دس ماہ کے روزوں کے برابر ہوئے اور پھر شوال کے چھ روزوں کو ملا لیا جائے تو پورے تین سو ساٹھ دنوں (ایک سال) کے روزوں کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ (ذالک فضل اللہ)

حدیث ثوبان کا مفہوم بھی کچھ اسی طرح ہے

"جس نے رمضان کے روزے رکھے تو ایک مہینہ کا روزہ دس مہینوں کے برابر ہوا، اور پھر عید الفطر کے بعد کے چھ روزے ملا کر سال بھر کے روزوں کے برابر ہوئے"۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی روایت بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے: (صحیح مسلم: ح:۱۱۶۴)

شوال کے روزوں کے بارے میں معتدل بات یہ ہے کہ اس مہینہ میں کبھی بھی رکھ لیا جائے، آغاز ماہ اور ترتیب کو ضروری قرار دینا علمی تجزیہ میں فٹ نہیں بیٹھتا۔

بعض لوگ یکم شوال کے بعد لگاتار چھ روزے رکھ کر آٹھویں تاریخ کو عید کا دن سمجھ بیٹھتے ہیں پھر اس پورے دن خوب اچھل کود مچا کر لوگوں میں اسے چھوٹی عید کے نام سے متعارف کرواتے ہیں، یہ ایک غیر شرعی عمل ہے، جس سے بچنے کی از حد ضرورت ہے۔ کیونکہ شوال کے چھ روزوں کا رکھنا واقعی ثابت شدہ امر ہے پر اس سے فراغت کے بعد عید کے نام پر خوشیاں

منانا، غیر شرعی مسرتوں کا زبردستی ماحول قائم کرنا شریعت میں زیادتی ہے۔

نبیؐ کے ایک عظیم ساتھی حضرت اسامہ بن زید حرمت والے مہینوں میں روزے رکھتے نبیؐ نے شوال کے روزوں کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: شوال کے روزے رکھو چنانچہ انہوں نے تاحیات شوال کے روزوں کا اہتمام کیا۔ امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کے رجال کو ثقات میں شمار کرکے اس کی سند میں محمد بن ابراہیم اور اسامہ بن زید کے درمیان موجود انقطاع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مگر یہی حدیث مسند ابی یعلیٰ موصلی میں محمد بن اسحاق عن ابی محمد بن اسامہ عن جدہ اسامہ کے طریق سے موصولاً موجود ہے۔ اس طرح حدیث متصل و مقبول ہوئی۔

شوال کی اس لحاظ سے بھی بڑی حیثیت ہے کہ یہ اشہر حج میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (صحیح بخاری تعلیقاً: کتاب الحج)

حج کے وہ مہینے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ شوال، ذوالقعدہ و ذوالحجہ ہیں۔

شوال کے چھے روزے اور ان کے متعدد فوائد:

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اسکے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کے مانند ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اسکے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا زمانہ بھر (ہمیشہ یا سال بھر) روزے رکھے۔

تشریح: مسلمانوں کو انکے نیک اعمال پر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کم از کم دس گنا اجر عطا فرماتا ہے:

"جو شخص نیک کام کرے گا اسکو اسکے دس گنا ملیں گے اور جو شخص برا کام کرے گا اسکو اسکے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہو گا"۔

اسی قاعدے کے مطابق ایک مہینے رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر ہیں اور اسکے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھ لئے جائیں تو یہ دو مہینوں کے برابر ہو گئے، یوں گویا رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لینے والا پورے سال روزہ رکھنے کے اجر کا مستحق ٹھہرا، دوسرے لفظوں میں اس نے پورے سال کے روزے رکھے اور جس کا یہ مستقل معمول رہا تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی فرض روزے کے ساتھ گزاری، اس اعتبار سے یہ چھ روزے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، گو ان کی

حیثیت نفلی روزوں ہی کی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"رمضان المبارک کے روزے دس ماہ اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے برابر ہیں تو اس طرح کہ پورے سال کے روزے ہوئے"

یہ چھ روزے متواتر رکھ لئے جائیں یا ناغہ کر کے دونوں طرح جائز ہیں تاہم شوال کے مہینے میں رکھنے ضروری ہیں، اسی طرح جن کے فرض روزے بیماری یا سفر وغیرہ یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہوں انکے لئے اہم یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضا کریں۔

اس بارے میں بعض علما کی رائے یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا پہلے دی جائے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے جائیں۔
لیکن اس بارے میں رائج موقف یہی ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ پہلے رمضان کے روزوں کی قضا دی جائے کیونکہ یہ فرض ہیں، البتہ دلائل کی بنیاد پر یہ گنجائش موجود ہے کہ رمضان کی قضا سے پہلے شوال کے روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی قضاء فوری طور پر واجب نہیں ہے بلکہ کسی بھی ماہ میں رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضاء کی جاسکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں عورتیں حتیٰ کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اپنے رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضاء عموماً گیارہ ماہ بعد ماہِ شعبان میں کیا کرتی تھیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔

شوال کے چھ روزے رکھنے کے متعدد فوائد علماء نے ذکر کیا ہے، جیسے:

(1) رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لینے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ پورے سال فرض روزہ رکھنے کا اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے،

(2) رمضان سے قبل و بعد شعبان و شوال کے روزے فرض نماز سے قبل و بعد والی موکدہ سنتوں کے مشابہ ہیں جن کا فائدہ یہ ہے کہ فرض عبادتوں میں جو کمی واقع ہوئی ہے قیامت کے دن سنتوں سے اس کمی کو پورا کیا جائے گا جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں اسکا ذکر وارد ہے۔

اور یہ بھی امر واقع ہے کہ ہم میں سے ہر شخص سے روزے کے حقوق میں کوتاہی ہوتی ہے، کوئی اپنی نظر کی حفاظت نہیں کر پاتا کسی کو زبان پر قابو نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔

(3) رمضان کے روزے رکھ لینے کے بعد شوال کے روزوں کا اہتمام کرنا رمضان کے روزوں کی قبولیت کی ایک اہم علامت ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ بندے کی کسی نیکی کو قبول فرماتا ہے تو اسے مزید نیکی کی توفیق بخشتا ہے جس طرح اگر کوئی شخص کسی کے یہاں مہمان ہو پھر اگر رخصتی کے وقت میزبان دوبارہ آنے کی دعوت دے اور اس پر اصرار کرے تو یہ اسکا مطلب ہے کہ مہمان کی آمد پر اسے خوشی اور اسکی آمد قبول ہے، اسی طرح اگر ایک نیکی کے بعد بندے کو اسی قسم کی یا کسی اور قسم کی نیکی کی

★

توفیق مل جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسکی یہ نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی ہے جسطرح کہ اگر کوئی شخص نیک عمل کرنے کے بعد پھر گناہ کے کام کرنے لگے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسکا یہ نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردود ہے

" اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز بے حیائی وبرائی کے کام سے روکتی ہے"۔

(4)رمضان المبارک سے متعلق یہ ارشاد نبوی ہے کہ:

"ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے"

"جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھ لیا اسکے تمام سابقہ گناہ معاف کردئے گئے۔"

(اور روزے دار عید کے دن بے حساب اجر سے نوازے جاتے ہیں)انشاء اللہ تعالیٰ(لہٰذا یہ عظیم الٰہی نعمت اس بات کی حقدار ہے کہ اس پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے جس طرح کہ نبی ﷺ کے دونوں قدم جب طول قیام کی وجہ سے سوج جاتے تو عائشہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: آپؐ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دئے ہیں؟ آپ ﷺ کا جواب تھا:

"کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

(معلوم ہوا کہ گناہوں کی معافی بندے سے شکریہ کا مطالبہ کرتی ہے،اسی طرح رمضان المبارک کے روزوں کے بعد جنکی وجہ سے بندے کے گناہ معاف ہوئے ہیں شوال کے روزے رکھنا اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا ہے اسکے برخلاف رمضان کا مہینہ گزرتے ہی دوبارہ گناہوں کی طرف پلٹ آنا ان بدبخت لوگوں میں شامل ہونا ہے جن سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"کیا آپ نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا، یعنی جہنم میں جس میں یہ سب جائیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے"۔

(5)رمضان المبارک کے بعد شوال اور اسکے بعد کے مہینوں میں نیک عمل خاص کر وہ نیک اعمال جن کا رمضان المبارک میں خصوصی اہتمام ہوتا ہے جیسے: روزہ، قیام اللیل، تلاوت قرآن، اور صدقہ وغیرہ کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ بندہ جب تک زندہ ہے اسکے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

★

"جو عمل برابر کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

لہٰذا رمضان کے بعد شوال کے روزوں کا اہتمام کا معنی یہ ہے کہ رمضان گزر جانے کے بعد بھی بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے، کسی عالم نے کیا خوب کہا کہ "وہ لوگ بہت ہی برے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق کو صرف رمضان میں پہچانتے ہیں حلانکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پورے سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں" (لطائف المعارف)

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد شوال کے چھ (نفلی) روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی مانند ہے۔"

فوائد : (ایک نیکی کا اجر کم از کم دس گنا ہے) کے مطابق ایک مہینے (رمضان) کے روزے دس مہینوں کے برابر ہیں, اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیے جائیں جنہیں شش عید روزے کہا جاتا ہے تو یہ دو مہینے کے برابر ہو گئے یوں گویا پورے سال کے روزوں کا مستحق ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں اس نے پورے سال کے روزے رکھے اور جس کا یہ مستقل معمول ہو جائے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی روزوں کے ساتھ گزاری وہ اللہ کے ہاں ہمیشہ روزہ رکھنے والا شمار ہو گا۔ اس اعتبار سے یہ شش عید روزے بڑی اہمیت رکھتے ہیں گو ان کی حیثیت نفلی روزوں ہی کی ہے۔ یہ روزے متواتر رکھ لیے جائیں یا ناغہ کر کے، دونوں طرح جائز ہیں، تاہم شوال کے مہینے میں رکھنے ضروری ہیں۔ اسی طرح جن کے رمضان کے فرضی روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے رہ گئے ہوں، ان کیلئے ضروری ہے کہ پہلے وہ فرضی روزوں کی قضا دیں اور اس کے بعد شوال کے چھ نفلی روزے رکھیں۔

تھوڑا دماغ تو لگائیں

کسی کو پتہ ہے کہ؟؟

دل پر رکھنے والا پتھر کہاں سے ملے گا اور

کتنے کلو کا ہونا چاہیے؟

کسی کے زخموں پر نمک چھڑکنا ہو تو

کونسا ٹھیک رہے گا؟؟

سادہ یا آیوڈین والا؟۔۔۔

وہ پوچھنا یہ تھا کہ

بھاڑ میں جانے کے لئے

رکشہ ٹھیک رہے گا یا ٹیکسی؟؟

کوئی بتا سکتا ہے کہ

لوگ عزت کی روٹی کمانے میں لگے ہوئے ہیں...

کوئی عزت کا سالن کیوں نہیں کماتا؟؟

ایک بات بتایئے کہ

یہ جو ڈنر سیٹ ہوتا ہے

اس میں لنچ کر سکتے ہیں کیا؟؟

ایک اور بات بتایئے کہ

جن کی دال نہیں گلتی

اُن کو سبزی گلانے کی اجازت ہے کیا؟؟

پوچھنا یہ تھا کہ

اگر کسی سے چکنی چپڑی باتیں کرنا ہو تو

کون سا گھی صحیح رہے گا دیسی یا بناسپتی ؟؟

کسی کو پتہ ہے

غلطیوں پر ڈالنے والا پردہ کہاں ملتا ہے

اور کتنے میٹر کا لینا ہو گا؟؟

کوئی مجھے بتائے گا کہ

جو لوگ کہیں کے نہیں رہتے

تو پھر وہ کہاں رہتے ہیں؟؟

ایک یہ بات بھی پوچھنا ہے

کسی کا مذاق اڑانا ہو تو...

کتنی اونچائی تک اڑایا جائے ؟؟

اور ہاں کوئی یہ بتائے گا کہ

کسی کو مکھن لگانا ہو تو

گائے کا ٹھیک رہے گا یا بھینس کا ؟؟

کہیں سے پوچھ کے بتایئے گا کہ

کسی کے معاملے میں ٹانگ اڑانی ہو تو

کونسی ٹھیک رہے گی دائیں یا بائیں والی؟؟

★

طبِ نبوی ﷺ

☆ لونگ کے طبی فوائد!

لونگ میں بہت سی طبی خوبیاں ہیں۔ یہ محرک ہوتا ہے۔ معدے سے ریاح کو خارج کرنے میں مدد دیتا ہے۔ لونگ کو دوا کے طور پر کئی صورتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جن میں جوشاندہ اور سفوف دونوں شامل ہیں۔ لونگ میں ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو خون کی گردش کو مستحکم کرتے ہیں اور جسم کا درجہ حرارت برقرار رکھتے ہیں۔ لونگ کا تیل بیرونی مالش کے ذریعہ جلد کو نئی زندگی دیتا ہے۔ اس کی مالش سے حدت اور سرخی پیدا ہوتی ہے۔ یہ مقوی معدہ، دافع تشنج محرک جگر اور گردہ ہوتا ہے۔ قبض کشا اور جلاب آور ادویات میں اسے ملا کر استعمال کرنے سے دیگر جلاب آور ادویات کی طرح پیٹ درد نہیں ہوتا۔ لونگ سے نکلنے والا تیل بھی لونگ جیسے اوصاف رکھتا ہے۔ تین سے پانچ بوند تک کھانے سے پیٹ درد، اپھارہ، بدہضمی اور قے وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ لونگ کا استعمال کھانوں اور پکوانوں میں بہت عام ہے۔ اسے پان سپاری میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بخار کے بعد لونگ چرا نتا ملا کر مریض کو کھلانے سے بھوک جلد بڑھ جاتی ہے اور مریض کی کمزوری جلد رفع ہو جاتی ہے۔ لونگ مقوی باہ ہے۔ اعصاب کو بھی طاقت دیتا ہے

☆ سیب کے طبی فوائد!

گرم مصالحے تقریباً تمام کھانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا ایک اہم جزو دار چینی ہے۔ انڈونیشیا، چین، ویت نام اور سری لنکا ان ممالک میں شامل ہیں جہاں دار چینی کی پیداوار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا کی 99 فیصد دار چینی ان ممالک میں پیدا ہوتی ہے۔ دار چینی کا درخت سدا بہار ہے۔ اس کے پتے اور چھال کو زیادہ تر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ دار چینی کی چائے بھی بنائی جاتی ہے۔ اس چائے میں بہت سارے اینٹی اوکسیڈنٹ اور فائدہ مند مرکبات ہوتے ہیں جو وزن میں کمی، دل کی صحت اور نظام انہضام میں بہتری، ماہواری کے درد کے خاتمے، سوجن اور بلڈ شوگر کی سطح میں کمی کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ذیابیطس میں مفید ہے۔ صحت کے بعض مسائل میں دار چینی کو ضمنی علاج کے طور پر بھی استعال کیا جاتا ہے۔ اگر 120 ملی گرام سے 6 گرام دار چینی پاؤڈر کی مقدار خوراک میں ڈال کر کھائیں تو یہ خوراک آپ کے خون کی وریدوں سے اضافی کولیسٹرول خارج کر کے آپ کے دل کی صحت کو بہتر بنانے میں مدد کرتا ہے۔ دار چینی میں انرجی، کاربوہائیڈریٹس، شکر، غذائی ریشہ، پروٹین اور وٹامن موجود ہوتے ہیں۔ دار چینی سوزش کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ بافتوں کی درستی میں معاون ہے۔ مزمن سوزش ایک بڑا مسئلہ بن جاتی ہے کیونکہ یہ جسم کی بافتوں کو نقصان پہنچانے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں دار چینی کا استعمال فائدہ پہنچاتا ہے۔ ہمارے نظام انہضام کی باقاعدگی میں انسولین ہارمون کا کردار کلیدی ہے۔ یہ خون کی شکر کو خلیوں تک لانے میں بھی انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں میں انسولین کے اثرات کی مزاحمت پائی جاتی ہے جس سے میٹابولک سینڈروم اور ذیابیطس ٹائپ 2 پیدا ہوتے ہیں۔ دار چینی انسولین کی مزاحمت کو بہت زیادہ کم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ اثرات ٹائپ 2 ذیابیطس سے تحفظ فراہم کر سکتے ہیں۔ دار چینی کی چائے کو چربی پاکر کے گھیر میں کمی کے لیے استعال کیا جاتا ہے۔ دار چینی کے اینٹی بیکٹیریل اثرات سانس کی بدبو کو ختم کرتے ہیں اور دانتوں کو خراب ہونے سے بچانے میں مددگار ہیں۔ دار چینی میں موجود کولیجن جلد کی لچک اور ہائیڈریشن میں اضافہ کر سکتا ہے جس سے ظاہری شکل وصورت پر عمر کے اثرات کم نظر آتے ہیں۔ دار چینی کی چائے قدرتی طور پر کیفین سے پاک ہوتی ہے لہٰذا اس سے دن بھر کسی بھی وقت لطف اٹھایا جاتا ہے۔ دار چینی کو معتدل مقدار میں استعمال کریں کیونکہ ضرورت سے زیادہ استعال کیا جائے تو صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

★

یرقان کا علاج

یرقان ایک طبی اصطلاح ہے جو جلد اور آنکھوں کی سفیدی کو زرد کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ خلوت خون میں بلند بلیروبن کی سطح کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ یہ اپنے آپ میں کوئی بیماری نہیں ہے، لیکن یہ بنیادی طبی حالت کا اشارہ ہو سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ کیا یرقان کے قدرتی طور پر علاج کرنے میں کوئی گھریلو علاج موجود ہیں؟ معلوم کرنے کیلئے نیچے سکرول کریں۔

یرقان کے علاج کے لئے بہترین گھریلو علاج

چند گھریلو ٹوٹکوں کے ذریعے یرقان کی شدت میں کمی لائی جاسکتی ہے۔ یرقان کو پیلیا یا جوائنڈس بھی کہا جاتا ہے۔

انسانی جگر جسم میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے جو کھانا ہضم کرنے کے ساتھ تمام ضروری غذائیت بھی جسم کو فراہم کرتا ہے جب کہ جگر ہی خون میں پروٹین، چربی اور چینی کی سطح کو منظم کرتا ہے اور جسم میں جمع ہونے والے زہر کے خاتمے کے لیے مسلسل کام کرتا رہتا ہے لیکن جگر کی بہت سی بیماریاں بھی ہیں جن میں ہیپاٹائٹس اے، بی، سی، ڈی اور یرقان وغیر شامل ہیں، صحت مند رہنے کے لیے ان تمام بیماریوں سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

ڈاکٹرز بھی جگر کو نقصان نہ پہنچانے کے لیے ایسی غذاؤں سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں جو جگر کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں لیکن خدانخواستہ اگر آپ جوائنڈس یعنی یرقان میں مبتلا ہو جائیں تو چند گھریلو ٹوٹکوں کے ذریعے اس بیماری سے باآسانی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

گنا

گنا ہاضمے کے لیے اچھا ہوتا ہے اور یہ جگر کے کام کو مزید بہتر بناتا ہے جب کہ روزانہ گنے کا ایک گلاس جوس پینے سے یرقان کا مریض تیزی سے اس مرض سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔

ٹماٹر کا جوس

ٹماٹر بھی انسان کے اندر خون بنانے میں مدد فراہم کرتا ہے اور اس کے اندر لیوپیین موجود ہوتا ہے جو جگر کی بیماریوں کا خطرہ کم کرتا ہے۔ صبح کے وقت ٹماٹر کے جوس کا ایک گلاس نمک اور مرچ ملا کر پیا جائے تو یرقان کا علاج جلد کیا جاسکتا ہے۔

مولی کے پتے

جوائنڈس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مولی کے پتوں کا استعمال بھی کارآمد ثابت ہو سکتا ہے کیوں کہ ان پتوں میں ایسے مرکبات ہوتے ہیں جو آنتوں کی نقل و حرکت کو بہتر کرتے ہیں۔ روزانہ مولی کے پتوں کا رس نکال کر ایک گلاس پیا جائے تو یرقان کا علاج جلد ممکن ہے۔ ★

لیموں

لیموں میں سوزش کی املاک موجود ہوتی ہیں جو جوائنڈس سے نجات حاصل کرنے کے لیے سود مند ہوتی ہیں اور یہ جگر کے خلیات کو کسی بھی نقصان سے محفوظ رکھتا ہے اس لیے لیموں کا استعمال پیلیا سے چھٹکارا حاصل کرنے کا سب سے آسان گھریلو ٹوٹکا ہے۔

پپیتے کے پتے

پپیتوں کے پتوں کا پیسٹ بنا کر 2 ہفتوں تک مسلسل استعمال کرنے سے یرقان جیسی بیماری سے آسانی سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

پالک

پالک میں لوہے کی مقدار کثرت سے موجود ہوتی ہے لہذا پالک کا جوس بھی جوائنڈس کے مریض کے لیے ایک موثر گھریلو علاج ہو سکتا ہے جب کہ پالک کے پتوں کے ساتھ گاجر کا استعمال بھی نہایت مفید ثابت ہو گا۔

چھاچھ

چھاچھ جسم میں کسی قسم کی چربی نہیں بناتا اس لیے یہ بھی ہاضمے کے لیے ایک بہترین مشروب ہے جس پر نمک اور کالی مرچ اور زیرے کی ایک چٹکی ڈال کر روزنہ پینے سے یرقان کے مریض کو اس بیماری سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

نظم

آؤ میرے دوستو کچھ کام کی باتیں کریں
یعنی اپنے دین کی اسلام کی باتیں کریں

دارِ فانی کے کھلونوں میں الجھنے کی بجائے
جنت الفردوس کے انعام کی باتیں کریں

سبز گنبد کا نظارہ جن کو حاصل ہو گیا
کس لئے کاغان اور کالام کی باتیں کریں

وقت ضائع مت کریں، کر کے سیاسی گفتگو
وقت ہو تو دین کے احکام کی باتیں کریں

دن حصولِ علم کی مشغولیت میں ہو تمام
رات ہو جائے تو پھر آرام کی باتیں کریں

مالٹا، کینو، موسمی کے مزے لوٹیں ابھی
موسمِ سرما میں کیونکر آم کی باتیں

غم اگر آئے تو اس پر صبر کر کے اجر لیں
کس لئے پھر گردشِ ایام کی باتیں کریں

کوڑا کرکٹ، گلی ڈنڈا میں بھلا رکھا ہے کیا
کھیل سے نظریں ہٹا کر کام کی باتیں کریں

قومِ مستحکم اگر بننا ہے ہم کو اے اثرؔ
ملکِ پاکستاں کے استحکام کی باتیں کریں

عقل بڑی یا بھینس

عقل بڑی یا بھینس؟ اس کا جواب معلوم کرنے کے لیے ہم نے مختلف طریقے سوچے ایک تو یہ کہ ریفرنڈم کرایا جائے یا پھر سروے کر کے عوام کی رائے معلوم کی جائے لیکن عوام تک پہنچنے سے پہلے ہماری چھوٹی سی عقل نے یہ فیصلہ دیا کہ بھینس بڑی ہے۔ اب اس بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے دلائل بھی دینا ضروری ہیں کیوں کہ قانون ثبوت مانگتا ہے لہٰذا دلائل حاضر ہیں۔ عقل انسانی کھوپڑی کے کسی بھی کونے میں مقیم رہتی ہے اور اسی عقل کے ساتھ انسان سائیکل اور موٹر سائیکل دوڑاتا پھرتا ہے۔ آپ کسی بھینس کو سائیکل یا موٹر سائیکل پر بٹھا کر دکھا دیں تو جانیں۔ ثابت ہوا کہ کون بڑی ہے... عقل رکھنے والے تین سو مسافر ہوائی جہاز میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہیں آپ تین سو تین کیا، تیس بھینسوں کو ہوائی جہاز میں بٹھا کر دکھا دیں۔ نہیں اٹھا سکتے تو ماننا پڑتا ہے کہ بھینس بڑی ہے۔ کھلے مین ہولز میں آئے دن کوئی نہ کوئی معصوم بچہ گر کر ہلاک ہو جاتا ہے کبھی آج تک کوئی بھینس مین ہول میں گر کر ہلاک نہیں ہوئی اگر بھینس بڑی اور عقل چھوٹی نہ ہوتی تو ان مین ہولز میں بچوں کے گرنے سے پہلے ڈھکن لگا دیے جاتے۔ بھینس بڑی ہونے کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا کہ چھوٹی عقل رکھنے والے ہم لوگ محض جائیداد اور دولت کی خاطر اپنے ان بوڑھے ماں باپ کو پاگل قرار دے پاگل خانے چھوڑ آتے ہیں۔ جنہوں نے پال پوس کر آج ہمیں اس مقام تک پہنچایا۔ ایسی چھوٹی عقل رکھنے والوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ کل ہمیں بھی ماں باپ بننا ہے اور ہماری اولاد بھی ہمارے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا ایسی چھوٹی عقل کے مقابلے میں تو بھینس بہت بڑی ہے جو کم سے کم اپنے جنم دینے والوں کو اگر سکھ نہیں دیتی تو دکھ بھی نہیں پہنچاتی۔ اگر کسی کے پاس عقل بڑی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ عقل سے انسان بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتا ہے تو کارنامے تو وہ بھی انجام دیتے ہیں جن کے پاس عقل نہیں ہوتی اور جنہیں ہم نے پاگل قرار دے کر پاگل خانے میں رکھا ہوا ہے۔ آیئے ایک نظر بغیر عقل والوں کے کارناموں پر بھی ڈال لیں۔ ایک شخص کی کار پاگل خانے کے سامنے پنکچر ہو گئی۔ اس نے ٹائر کھول کر نٹ زمین پر رکھے مگر ڈھلان کی وجہ سے نٹ لڑھکتے ہوئے نیچے گر کر گم ہو گئے۔ وہ آدمی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پاگل خانے کی کھڑکی سے ایک پاگل یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پاگل نے اس آدمی کو پاگلانہ مشورہ دیا کہ باقی تین ٹائروں میں سے ایک ایک نٹ کھول کر اس ٹائر میں لگاؤ اور مزے سے گھر جاؤ۔ آدمی نے حیرت سے کہا تم پاگل ہو گئے تم نے ایسا بہترین مشورہ کیسے دیا؟ تو پاگل نے جواب دیا میں پاگل ضرور ہوں مگر بے وقوف نہیں۔ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے ہوائی جہاز کے پائلٹ نے اچانک زور زور سے ہنسنا شروع کیا تو مسافروں نے حیرت سے پوچھا کیا ہوا بھائی اس طرح کیوں ہنس رہے ہو؟ پائلٹ بولا جب پاگل خانے والوں کو یہ پتہ چلے گا کہ میں وہاں سے فرار ہو کر ہوائی جہاز اُڑا رہا ہوں تو کتنا مزہ آئے؟ اب تو آپ مان لیں کہ عقل سے بھینس بڑی ہوتی ہے۔ بھینسیں تو ہمیں دودھ اور بچے دونوں دیتی ہے جب کہ عقل کیا دیتی ہے؟ یہی عقل بھینس کے دودھ کو مہنگا کرا دیتی ہے۔ عقل دکھ دیتی ہے زخم دیتی ہے۔ بے وفائی کے داغ دیتی ہے۔ کم سے کم بھینس یہ سب تو نہیں دیتی۔ تو پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے... عقل بڑی یا بھینس!

★

احتیاط لازم ہے

پاکستان میں کورونا وائرس کے کیسز دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں اور آج بھی مزید نئے کیسز اور اموات کے بعد ملک میں مصدقہ کیسز کی تعداد 78 ہزار 249 جبکہ اموات 1652 تک پہنچ گئی ہیں۔

کیسز میں تیزی سے اضافے کے متعدد عناصر ہوسکتے ہیں مگر ان میں سب سے بڑی وجہ لوگوں کی جانب سے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کرنا ہے، یعنی گھر سے باہر فیس ماسک کو پہننے سے گریز اور سماجی دوری یعنی لوگوں سے چند فٹ دوری کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

کووڈ 19 جیسے وبائی امراض کو قابو پانے کے لیے احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا ہو سکتا ہے مشکل ہو یعنی دیگر افراد سے 6 فٹ دور رہنا، گھر سے باہر فیس ماسکس کا استعمال وغیرہ۔

مگر معتبر طبی جریدے دی لانسیٹ میں میں سائنسدانوں نے اب تک کے مضبوط ترین شواہد پیش کیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چند عام چیزوں پر عمل کرکے وائرس کے پھیلنے کے خطرے کو نمایاں حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

بین الاقوامی سائنسدانوں کی اس تحقیق کی سربراہی کینیڈا کی میکماسٹر یونیورسٹی کے ڈاکٹر ہولگر شکیونمین نے کی اور اس میں 16 ممالک میں ہونے والی 172 تحقیقی رپورٹس کا تجزیہ کیا گیا جن میں سماجی دوری، فیس ماسکس کے استعمال اور آنکھوں کو ڈھانپنے سمیت وائرس کے پھیلنے کے خطرات کا جائزہ لیا گیا تھا۔

ان رپورٹس میں کووڈ 19 کے ساتھ ساتھ دیگر 2 کورونا وائرسز کی وبائیں یعنی سارس اور مرس کا بھی جائزہ لیا گیا تھا۔

یہ سب تحقیقی رپورٹس مشاہداتی تھیں یعنی ان میں بیماری کے پھیلنے کی شرح کو ایسے افراد میں دیکھا گیا تھا جو کسی قسم کی احتیاطی تدبیر پر عمل کرتے تھے۔

172 میں سے 44 رپورٹس (جن میں 25 ہزار سے زائد افراد شامل تھے) میں ایسے افراد کا موازنہ بھی کیا گیا جو احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے تھے یا ان سے دور رہتے تھے۔

تجزیے سے معلوم ہوا کہ جب سماجی دوری پر عمل کیا جاتا ہے جس کے دوران لوگوں سے ایک میٹر یا 3 فٹ سے کچھ دور رہتے ہیں تو متاثرہ فرد سے بیماری کی منتقلی کا خطرہ 3 فیصد ہوتا ہے جبکہ ایک میٹر سے کم دوری پر یہ خطرہ 13 فیصد تک پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح اگر لوگوں کے درمیان فاصلہ 3 میٹر تک ہو تو یہ خطرہ نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔

ڈاکٹر ہولگر شکیو نمین کا کہنا تھا کہ ہم نے ہر پہلو کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی تا کہ معلوم ہو سکے کہ لوگوں کے درمیان کتنا فاصلہ وائرس کی روک تھام کے لیے موثر ہے اور ہم نے دریافت کیا کہ شواہد سے عندیہ ملتا ہے کہ 2 فٹ یا 6 سے 7 فٹ کا فاصلہ ایک میٹر یا 3 فٹ کے مقابلے میں زیادہ تحفظ فراہم کرتا ہے۔

تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا کہ طبی عملے کو اپنی آنکھوں کو بھی تحفظ فراہم کرنا چاہیے کیونکہ حفاظتی چشمے یا دیگر فیس شیلڈز سے بیماری کا خطرہ 6 فیصد رہ جاتا ہے جو کسی قسم کے تحفظ کے بغیر 16 فیصد تک ہو سکتا ہے۔

ان تمام تحقیقی رپورٹس ہسپتالوں میں کام کرنے والے عملے کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کو بھی شامل کیا گیا تھا جو گھروں میں کسی مریض کے ساتھ مقیم تھے۔

محققین نے دیکھا کہ کورونا کے مریض کے کتنے قریب رہنے سے خطرہ ہو سکتا ہے اور کتنا دور رہنا تحفظ فراہم کرتا ہے جبکہ فیس ماسک اور آنکھوں کو تحفظ دینے سے خطرہ کتنا کم ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر ہولگر شکیو نمین نے کہا 'ہم احتیاطی تدابیر کا اثر دیکھ کر دنگ رہ گئے، وبائی بیماریوں میں ہم اکثر معمولی اثرات دیکھتے ہیں، مگر اس میں ہم نے جو اثرات دیکھے وہ بڑے یا بہت زیادہ تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ نتائج سے موجودہ طبی ہدایات کی حمایت کی گئی ہے جو کووڈ 19 کو پھیلنے سے روکنے کے لیے جاری کی گئی ہیں، مگر مزید تفصیلی تحقیق کی بھی ضرورت ہے، جیسے یہ ابھی واضح نہیں کہ کچھ جگہوں پر ایک میٹر کا فاصلہ بھی موثر ہے یا نہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ کسی پر ہجوم مقام پر لوگوں کے درمیان زیادہ فاصلے کی ضرورت ہو سکتی ہے، مگر ابھی یہ واضح نہیں کہ مثالی فاصلہ کتنا ہونا چاہیے۔

محققین کا کہنا تھا کہ لوگوں کے درمیان کپڑے سے بنے فیس ماسک کا استعمال موثر ثابت ہو سکتا ہے، جس سے نہ صرف متاثرہ فرد کی جانب سے وائرس کو آگے پھیلانے کا خطرہ ہوتا ہے بلکہ صحت مند لوگ بھی وائرس سے بچ سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کسی قسم کی احتیاط نہ کرنے سے بہتر ہے کہ گھر میں تیار کردہ ہی ماسک پہن لیں۔

آج کا نوجوان "باغی" کیوں ہے؟

جوانی وہ عرصۂ حیات ہے کہ جس میں اِنسان کے قویٰ مضبوط، ہمّتیں جوان اور حوصلے بُلند ہوتے ہیں، رگوں میں خون بجلیاں بن کر دوڑتا ہے۔ وہ پہاڑوں سے ٹکرانے کا عزم رکھتا ہے لیکن جب ان کے راستے مسدود کر دیئے جائیں تو گھٹن محسوس کرنے لگتا ہے اور پھر اس کا رَدِ عمل ہوتا ہے، کسی بھی صورت میں شعوری کاوش ان کو معنویت عطا کر دیتی ہے۔ آج جو نوجوان باغی ہیں وہ معاشرے کے جبر کا نتیجہ ہیں۔

یہ اس گھٹن کے خلاف بغاوت ہے۔ اس رویئے کے خلاف اظہارِ ناراضگی ہے جو ریاست اور سماج نے رَوا رکھا۔ ایک طرف تو نوجوانوں کو مستقبل کا معمار کہا جاتا ہے اور آنے والے وقت میں ملک کی باگ ڈور اِن کے سپرد کرنے کے دعوے کیے جاتے ہیں لیکن عملاً نہ تو انہیں کسی مشاورت میں شامل کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کی رائے لی جاتی ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں، کیا سوچتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں نوجوان دو طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو امیر ہیں اور اپنی موج مستی میں مست، دُوسرا طبقہ متوسط اور غریب نوجوانوں کا ہے جو محنت سے پڑھتے ہیں لیکن جب اس کے اچھے نتائج نہیں ملتے تو ان کے اندر باغیانہ رویّہ سر اُبھارنے لگتا ہے۔ نوجوان من چاہی خواہشات کے پورا نہ ہونے پر پہلے برہم پھر سیخ پا اور اس کے بعد شدید اضطرابی کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہیں سے وہ سلسلہ چل نکلتا ہے جسے عوام الناس بغاوت کا نام دے کر بری الذمہ ہو جاتی ہے۔ اپنی رائے کو ایک طرف رکھتے ہوئے ہم نے اسی تناظر میں کچھ ماہرِ نفسیات، اہلِ علم اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد سے سوال کیا کہ ”آج کا نوجوان باغی کیوں ہے؟“ کے جواب میں انہوں نے جو کچھ کہا، وہ نذرِ قارئین ہے۔

ڈاکٹر قدسیہ طارق

ڈاکٹر قدسیہ طارق، جامعہ کراچی میں شعبہ نفسیات کی چیئر پرسن ہیں۔ انہوں نے ہمارے سوال کے جواب میں کہا کہ ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ نوجوان باغی ہو رہے ہیں لیکن اس کے پسِ پشت کیا عوامل کار فرما ہیں وہ نہیں دیکھتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آج کے نوجوانوں کو لگتا ہے کہ ان کو کوئی سمجھتا نہیں، ان کی باتوں کو سمجھنے کے بجائے انہیں تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کا موازنہ دُوسروں سے کیا جاتا ہے۔ جو رائے ان کے متعلق مسلّط کی جاتی ہے وہ اس سے اختلاف کرتے ہیں تو ان کو بد تہذیب، بد تمیز قرار دے دیا جاتا ہے۔ ایسے میں اُن کے اندر غصّے کے جذبات سر اُبھارنے لگتے ہیں، بالآخر وہ بغاوت پر اُتر آتے ہیں۔ آج کل والدین فکر معاش میں اس قدر غلطاں ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو وقت ہی نہیں دے پاتے۔

جب اولاد جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے تو وہ والدین کو اپنے فیصلوں میں شریک نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھنے لگتے ہیں اور جب والدین ان کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں تو وہ برہم ہوتے ہیں اور ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بھی ایک طریقے سے بغاوت ہے۔ ڈاکٹر قدسیہ نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہمارے معاشرے میں توازن نہیں۔ غریب طبقے کے جوان امیر طبقے کے نوجوانوں کو عیش و عشرت کی زندگی گزارتا دیکھ کر احساسِ محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں، حسد کا جذبہ ان کے اندر بھٹی کی طرح دہکنے لگتا ہے اور یہ محرومی ان کو بغاوت

پر اکساتی ہے، جو انہیں نہیں مل رہا اُسے چھین لینے کے چکر میں غلط راستوں پر نکل جاتے ہیں۔ بعض نوجوان راہ فرار کے لیے منشیات کا استعمال کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کے اندر کا غصّہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

فرسٹریشن کا شکار ایسے بھی نوجوان میرے کلینک میں آئے جو اپنے آپ کو جسمانی اذیت دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں تھوڑی دیر کے لیے جسمانی اذیت ذہنی اذیت کو کم کر دیتی ہے۔ ایک اور بات یہ کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان وہ کام کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں جو اُن کے معیار کے مطابق نہیں۔ وہی کام ان سے کم پڑھا لکھا کر رہا ہے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر پاتے۔ یہ سارے عناصر نوجوانوں کو باغی بنا رہے ہیں۔

جب تک ہم اُن کے مسائل کو نہیں سمجھیں گے ان کا غصّہ بڑھتا چلا جائے گا۔ حکومت کو چاہیے کہ کونسلنگ سینٹر بنائیں جہاں نوجوان اپنا اظہار کر سکیں۔ ایسے پروگرام بنائیں جس میں شامل ہو کر وہ اپنے ہنر کو سامنے لائیں۔ والدین کو بھی چاہیے کہ اولاد کو وقت دیں، ان کے مسائل کو سُنیں، سمجھیں اور حل کریں۔ صرف ضروریات پورا کر دینا کافی نہیں ہوتا۔ یہ سب کر کے ہی ہم نوجوانوں کی ذہنی صحت برقرار رکھ سکتے ہیں۔

شعیب احمد

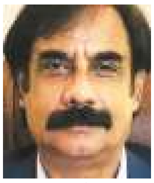

شعیب احمد، ایگزیکٹو ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ آف بیہویئر سائنسز، ڈاکٹر عبدالقدیر خان سینٹر میں شعبہ ذہنی صحت سے وابستہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نوجوان معاشرے کی بنیاد ہوتے ہیں، جو اس کی ترقّی و ترویج پر عملی اقدام کرتے ہیں، جس سے ان کا اپنا مستقبل بھی نتھی ہوتا ہے۔

نوجوان کسی بھی ملک کی معاشی، اقتصادی اور سماجی فلاح و بہبود و ترقّی میں ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی رائے کو اگر یکسر مسترد کر دیا جائے تو ان میں بغاوت کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ اُن ہی کے بارے میں فیصلے کیے جائیں اور انہیں ہی فیصلوں میں شامل نہ کیا جائے تو پھر نوجوان بغاوت پر اُتر جاتا ہے۔ ایسے میں وہ اپنے لیے صحیح راستہ متعین نہیں کر پاتا اور ایسے عوامل کا مرتکب ہو جاتا ہے جو معاشرے کے ساتھ اسے بھی تاریکی میں دھکیل دیتے ہیں۔ جرائم مافیا تو ایسے نوجوانوں کی تاک میں رہتے ہیں، وہ انہیں بآسانی جرائم کی دنیا میں لے جاتے ہیں۔

ماضی پر نظر دوڑائیں تو اندازہ ہو گا کہ ایک زمانہ تھا جب اسکولوں، کالجوں میں کھیل کے میدان ہوتے تھے، جہاں کھیلوں کے مقابلے منعقد کیے جاتے تھے۔ اس میں ہر طبقے کے بچّے شامل ہوتے تھے۔ ان کھیلوں کے ذریعے صبر و برداشت، حوصلے، مقابلہ کرنے کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں میں غیر نصابی سرگرمیاں جیسے بیت بازی، تقریری مقابلے، مضمون نویسی وغیرہ ہوا کرتے تھے۔ کیوں ختم کر دی گئیں یہ ساری چیزیں جس کے ذریعے وہ اپنا مدعا بیان کرتے تھے۔

کراچی میں بہت سی زمینیں جو کھیل کے میدانوں کے لیے مختص تھیں وہاں اپارٹمنٹ بن گئے ہیں۔ جب بچوں اور نوجوانوں کی انرجی کو استعمال ہی نہیں کریں گے تو ان میں منفی سوچ و افکار ہی پروان چڑھیں گی اور باغیانہ پن آئے گا۔ ایک اور چیز جو میرے مشاہدے میں آئی، وہ یہ کہ مدارس کے بچوں کے لیے کوئی غیر نصابی سرگرمیاں نہیں ہیں۔ ان کی کوئی ٹیم نہیں بنائی جاتی، ان کو صوبائی اور ملکی سطح پر کھیلوں میں شریک نہیں کیا جاتا، جبکہ ایک کثیر تعداد ہمارے نوجوانوں کی مدرسوں میں زیرِ تعلیم ہے۔ ان میں بھی معاشرے سے بغاوت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔

شعیب احمد کا مزید کہنا ہے کہ، نوجوان تو بہت باہمت ہوتے ہیں، گرم خون ہوتا ہے انہیں اتنی جلدی ہار نہیں ماننی چاہیے۔ اس بغاوت سے سراسر نقصان ان کا اپنا ہو گا۔ آج سے 30 سال پہلے اس پر سوچتے تو اپنے ملک کو بہتر بنا سکتے تھے۔ آج بھی ہم اگر اپنے مستقبل کے معماروں کی بہتری کے لیے کچھ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے والدین، تعلیمی ادارے، حکومت، فلاحی ادارے، سب کو نوجوانوں کے مسائل کو سمجھنا اور حل کرنا چاہیے۔ جب ہی ملک کو ترقی کرے گا۔ ★

پروفیسر ہارون احمد

پروفیسر سیّد ہارون احمد، پاکستان ایسوسی ایشن برائے ذہنی صحت کے صدر ہیں ان کا کہنا ہے کہ، پاکستان دُنیا کے ان ممالک میں شامل ہے، جہاں کی 64 فیصد آبادی تین دہائیوں سے 29 سال سے کم یعنی (15-29) سال ہے۔ اس کے باوجود ہم ترقّی کی راہوں میں سب سے پیچھے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو وہ مواقع فراہم نہیں جو انہیں میسر ہونے چاہیں۔ تعلیم کا معیار روز بروز گرتا جارہا ہے۔ ایک وقت تھا جب گھر اور اسکول کے ماحول میں بچوں کی شخصیت کی بہترین تشکیل ہوتی تھی۔ والدین کے ساتھ اُستاد کو عزت دی جاتی تھی، اب وہ ماحول نہیں رہا۔ غیر نصابی سرگرمیوں کا فقدان، بے روزگاری، مہنگائی، ضروریات زندگی کا فقدان، احساسِ محرومی کا شکار نوجوان غم و غصّے کا اظہار نہ کریں، باغی نہ ہوں تو کیا کریں۔

پچھلے 30 سالوں میں الیکٹرانک میڈیا نے جس رفتار سے ترقّی کی ہے ہمارے نوجوان جذباتی اور نفسیاتی طور پر اس نئی دُنیا کو سمیٹ نہیں سکے لیکن اس کے استعمال سے دُنیا ان کی اُنگلیوں پر ہے، اس سے ان میں کم مائیگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نوجوانوں کے اظہار کے طریقے محدود کر دیئے گئے ہیں تاکہ وہ کسی خواہش اور ضرورت کی طلب نہ کر سکیں۔ تعلیمی اداروں میں طلبا یونین ہوا کرتی تھیں وہ بھی زمانہ ہوا ختم کر دی گئیں، دوبارہ اسے بحال کرنے کے وعدے کے باوجود اب تک کوئی عملی اقدام نہیں ہو، اایسے میں وہ اپنے اندر کا غصّہ منفی انداز میں، چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، نشہ، توڑ پھوڑ، خودکشی وغیرہ جیسے عوامل کر کے نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جس سے ملک کی ترقّی کی راہیں محدود ہوتی جارہی ہیں۔ ذہنی و جسمانی طور پر صحت مند نوجوان نظر نہیں آتے۔

ڈاکٹر ہارون نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک میں کسی کو رول ماڈل نہیں بننے دیا جاتا جس سے ہمارے نوجوان متاثر ہوتے اور ان کی پیروی کرتے۔ ہمارے ملک کا مستقبل ان ہی نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہے، اگر انہیں تعلیم، صحت، روزگار، اظہارِ خیال اور تجربات کا موقع نہیں دیا جائے گا تو مستقبل سنور نہیں سکتا۔ اس کا علاج منصفانہ اور برابری کی بنیاد پر ہے، تاکہ نوجوان ذہنی اور نفسیاتی دباؤ سے باہر نکلیں۔

سیکڑوں نوجوان مختلف وجوہات کی بنا پر تعلیم سے دُور ہیں۔ ان کے لیے مختلف راہیں استوار کی جائیں تاکہ تعلیم حاصل کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔

رعنا صبا

پروفیسر رعنا صبا سلطان، جامعہ کراچی میں شعبہ عمرانیات کی چیئر پرسن ہیں۔ ان کا جواب ہے کہ ایک ماہر عمرانیات ہونے کے ناطے میں سمجھتی ہوں کہ نوجوانوں کے باغی ہونے کے پیچھے کوئی ایک وجہ نہیں بلکہ بے شمار وجوہ ہیں۔ سب سے پہلے تو خاندانی ماحول اگر والدین بچوں سے غفلت برتیں یا حد سے زیادہ محبت کریں تو اس سے بھی بچّے کوہٹ دھرم اور ضدّی ہو جاتے ہیں۔ وہ رفتہ رفتہ ماحول سے بے زار اور باغی ہونے لگتے ہیں۔ دُوسری چیز ’’اکیڈمک پریشر‘‘ ہے۔ والدین کو بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کو جانچے بنا اُن سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اے گریڈ لائیں لیکن جب ن کی توقعات پوری نہیں ہوتیں تو والدین اُن پر طنز کرتے اور ایسا رویہ اپناتے ہیں جو بچوں کو باغی کر دیتے ہیں۔ کچھ نوجوان اسی سبب خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب نوجوان پڑھ لکھ کر ڈگری ہاتھ میں لیتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں کئی خواب ہوتے ہیں۔ پہلا خواب تو اچھی ملازمت کا حصول ہوتا ہے، جس کے لیے وہ جگہ جگہ انٹرویو دیتے ہیں، مگر جس کے پاس سفارش اور رشوت دینے کے لیے رقم نہ ہو تو وہ ناکام ہو جاتے ہیں، جس کے باعث وہ فرسٹریشن اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کے اندر انتقام اور نفرت کا جذبہ جنم لیتا ہے اور وہ اپنے معاشرتی نظام سے باغی ہو

جاتے ہیں۔ بغاوت کے پیشِ نظر وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً ہر ایک سے لڑائی جھگڑا، دہشت گردی وغیرہ ایسا کر کے وہ معاشرے سے انتقام لے رہے ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہی جرائم بڑھ رہے ہیں۔ اگر انہیں ان کے حقوق مل جائیں تو یہ مسائل جنم نہ لیں۔

مہناز رحمٰن

مہناز رحمٰن، عورت فائونڈیشن کی ڈائریکٹر ہیں۔ انہوں نے ہمارے سوال کا جواب کچھ اس طرح دیا کہ نوجوانوں میں باغیانہ رُجحان کا بنیادی عنصر ”جنریشن گیپ“ ہے۔ یہ ہر دور اور ہر جگہ ہے۔ بزرگ، نوجوان سے شاکی اور نوجوان بغاوت پر آمادہ رہتے ہیں۔ یہ وہ ذہنی فاصلہ ہے، جہاں دونوں ایک ہی چیز کو مختلف زاویۂ نگاہ سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہر نئی نسل پچھلی نسل سے آگے ہوتی ہے۔ نظریات میں فیشن میں، تعلیم وغیرہ میں۔ ہم بھی اپنے بزرگوں کے لحاظ سے مختلف تھے۔ ہماری بعض باتیں انہیں پسند نہیں تھیں، پھر ہم سے جو اگلی نسلیں آئیں تو ان کی بہت سی باتیں ہم پسند نہیں کرتے۔ معاشرے میں جو ہمہ گیر تبدیلیاں آرہی ہوتی ہیں ہمیں ان سے جُڑ کر دیکھنا چاہیے۔ حد سے زیادہ نکتہ چینی اور تنقید بھی نوجوانوں کو متنفّر کر دیتی ہے۔ والدین ہر حال میں اپنی اولاد کو ایک مثالی اور مکمل شخصیت بنانا چاہتے ہیں۔

ان کی پسند ناپسند جانے بغیر اپنی پسند کو اہمیت دیتے ہیں، جس کی وجہ سے نوجوان اضطراب اور بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مہناز الرحمٰن نے مزید کہا کہ معاشرے میں مادیّت پرستی بہت بڑھ گئی ے۔ یہ ایک عام خیال بن گیا ہے کہ پیسہ ہی سب کچھ ہے، اسی نہج پر جب بچّے بڑے ہوتے ہیں تو اُن کے اپنے نظریات نہیں ہوتے، ان کے نزدیک جلد از جلد امیر بننے کا خبط سوار ہوتا ہے۔ اس کے لیے وہ ہر جائز ناجائز کام کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یہ انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ دُنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔ نوجوان ہر وقت موبائل اور انٹرنیٹ پر اپنا وقت صرف کر رہے ہیں۔ مختلف ویب سائٹس بنانے کا مقصد دُنیا بھر کے افراد کو آپس میں جوڑ کر عالمی اَمن کو فروغ دینا ہے، مگر نوجوان نسل نے اسے خوابی دُنیا تصوّر کیا، جس سے اُن میں نفسیاتی و ذہنی عوارض بڑھ گئے ہیں۔

پہلے اُستاد تعلیم کے ساتھ تربیت بھی کرتے تھے اور کھل کر بولتے تھے۔ ہم سُنتے بھی تھے اور احترام کے ساتھ اختلاف بھی کرتے تھے۔ آج کل شدّت پسندی اتنی بڑھتی جارہی ہے کہ کوئی کسی کی بات سُننے کو تیار ہی نہیں۔ ہمارے طالب علموں میں بھی اختلاف رائے کے حوالے سے عدم برداشت بے انتہا بڑھ گیا ہے۔ جب تک معاشرتی انحطاط رہے گا، باغیانہ رویّہ بھی سامنے آتا رہے گا۔ اس کے لیے مشترکہ طور پر سماجی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی لحاظ سے از سرِ نو اصلاح کی ضرورت ہے۔ تب ہی ہم نوجوانوں کے احساسات و جذبات کو مثبت سوچ دے سکیں گے۔

پروفیسر رؤف انصاری

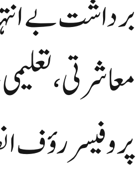

پروفیسر محمد رئوف، مقامی کالج کے پرنسپل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کے باغی ہونے کی وجوہ میں بنیادی وجہ ”عدم مساوات“ کا نظام قرار دیا ہے۔ یہ خواہ مالی امور میں ہوں یا سماجی مسائل یا قانون پر عمل درآمد یا بدانتظامی کے باعث۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں مجموعی طور پر بدانتظامی سرِفہرست ہے۔ آج تک کوئی انتظامی افسر بدانتظامی پر برطرف نہیں ہوا۔ ایسی صورت حال میں پیدا ہونے والی نسل غیر یقینی کا شکار ہے، کیوں کہ وہ بدانتظامی، عدم مساوات اور نااہلی کا عملی نمونہ دیکھتے ہوئے پروان چڑھی ہے۔

یہ نسل دیکھ رہی ہے کہ ہمارے ملک میں قوانین کی کوئی پاس داری نہیں جو جی میں آئے کرتے پھریں، ایسے میں نوجوان بھی قوانین کی پاس داری نہیں کرتے۔ جب وزارتِ تعلیم کالج کی عمارت قائم کر کے اس میں فرنیچر، لیبارٹری کا سامان، اساتذہ اور دیگر عملے کا تقرر کرنا بُھول جائے اور

افسران مرکزی داخلہ پالیسی کے تحت سیکڑوں طلبہ کو داخلہ لینے پر مجبور کر دیں تو نوجوان اس نظام سے باغی کیوں کر نہ ہوں گے۔ حکومتی ادارے اگر نوجوانوں کی اصلاح چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان میں بغاوت کے جذبات جنم نہ لیں تو سب سے پہلے انتظامی ڈھانچہ دُرست کرنا ہوگا اور ایک ایسا نظام بنانا ہوگا، جس میں بر وقت انصاف مہیا ہو سکے۔ قوانین پر عمل درآمد ہو ورنہ بصورت دیگر ہم نئی نسل کو قوانین سے آزاد کر دیں گے، انہیں معزز شہری نہیں بنا سکیں گے اور انہیں بغاوت سے نہیں روک سکیں گے۔

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن، کا تعلق شعبہ طبّ سے ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نوجوانوں میں باغی ہونے کی ایک اہم وجہ ہے جس پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ وہ ہے "دین سے دُوری"، خیر آج کل تو والدین بھی دین سے دُور ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنے بچّوں کی صحیح تربیت نہیں کر پاتے۔ اُن کی دُنیاوی تعلیم کے حصول پر تو بہت زور اور توجہ دیتے ہیں لیکن دِینی تعلیم پر اتنی اہمیت نہیں دیتے جتنی دینی چاہیے۔

گزرے زمانے میں والدین دینی تعلیمات کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور اس کی فکر کرتے تھے۔ بچّوں کو پنج وقتہ نماز کی پابندی کرواتے تھے لیکن آج معاملہ اس کے برعکس ہے جب بڑوں میں ایمان تقویٰ، صبر و قناعت نہیں تو پھر نسلِ نو میں کیسے آئے گا۔ ان میں انتشار اور بے راہ روی تو لازمی پھیلے گی۔ اگر آج ہم اپنے دین سے تعلق مضبوط کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آج کا نوجوان باغی ہو جائے۔ وہ اپنے رَبّ سے ہر معاملے میں راضی ہو جائے گا۔

خالدہ سمیع

خالدہ سمیع ایک گھریلو خاتون ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آج کا نوجوان کئی وجوہ کی وجہ سے باغی ہیں، جن میں ایک وجہ سنگل پیرینٹس (Single Parent) ہے۔ ماں، باپ کے درمیان علیحدگی ہو جائے، بچوں کو کسی ایک کے ساتھ رہنا پڑے تو ان کے جذبات متاثر ہوتے ہیں۔ احساسِ محرومی پیدا ہوتا ہے وہ معاشرے میں اپنے آپ کو مِس فٹ سمجھتے ہیں بعض دفعہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ماں قصوروار ہے۔ کچھ رشتے دار اور کچھ ہمارے زمانے کی ریت و روایت کہ ہمیشہ عورت کو ہی قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔

اس طرح کی باتیں جب ان کے کانوں میں پڑتی ہیں تو ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والا بچّہ خود بخود باغی ہو جاتا ہے کبھی باپ اُس کو اپنی طرف کھینچتا ہے تو کبھی ماں، وہ اپنی ضد میں بچّوں کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے۔ ایسے میں اس کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ اپنے آپ کو نامکمل سمجھنے لگتا ہے۔ نہ وہ اپنی ماں سے پُر خلوص ہو پاتا ہے نہ باپ سے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات منفی رویئے بھی نوجوانوں کو باغی بنا دیتے ہیں۔ کسی ایک بچّے کو فوقیت دینا اور دُوسرے کو نہیں، اس سے ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور وہ اپنے ارد گرد رہنے والوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

والدین اپنے بچّوں پر توجہ دیں انہیں بکھرنے نہ دیں۔ تو ان میں بغاوت کا عنصر سر نہ اُٹھائے گا۔ نظامِ تعلیم نے بھی نوجوانوں کو باغی بنا دیا ہے۔ کہیں ہائی اسٹینڈرڈ ایجوکیشن اے، اولیولز اور کہیں گورنمنٹ اسکول، کالج کی خستہ حال عمارتوں میں پڑھنے والے بچّے، یکساں نظامِ تعلیم ہو جائے تو کم از کم نوجوانوں میں کمتری، برتری کے احساسات تو ختم ہو سکیں گے۔

نگہت کامران

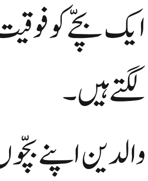

نگہت کامران درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ ان کے نزدیک ہر پچھلی نسل کو موجودہ نسل بے راہ روی کا شکار یا باغی لگتی ہے۔ یہ دراصل کمیونی کیشن ہے۔ یہ نئے اور جدید دور کی نوجوان نسل ہے، انہیں کچھ نہ کچھ کی بنا پر وہ اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ 1980ء کے عشرے میں جب ہمارا شمار نئی نسل میں ہوتا تھا تو اس دور کے بزرگوں کا خیال تھا کہ نوجوان

نسل معاشرتی اقدار سے لاتعلق ہے۔ یہ مذہب سے بے گانہ ہے۔ آج بھی نوجوان نسل سے پرانی نسل کی شکایات بدستور اپنی جگہ موجود ہیں۔ بزرگوں کا وہی رونا ہے کہ بچّے ہماری نہیں سُنتے۔

ہر وقت موبائل پر لگے رہتے ہیں۔ ذاتی طور پر میں گزشتہ نسل سے تعلق رکھنے کے باوجود اس بات کو قطعی غیر منصفانہ سمجھتی ہوں کہ نوجوان نسل پر بغاوت کا سنگین الزام لگایا جائے۔ آج کا نوجوان تو گزشتہ نسل کے مقابلے میں کہیں زیادہ ذہین اور تعلیم یافتہ ہیں۔ آج کے دور میں نوجوان نسل کے لیے چیلنجز زیادہ ہیں جو بچّے ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں وہ ماضی کے مقابلے میں زیادہ سخت مقابلے کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ دراصل نوجوان باغی نہیں ہوتے بلکہ سسٹم کی خرابیوں، ناانصافیوں سے اُکتا کر اُن میں باغیانہ رویے جنم لیتے ہیں۔

اس لئے میں یہ نہیں کہوں گی کہ سارے نوجوان باغی ہو جاتے ہیں۔ بہت سے باہمت ہیں جو نامساعد حالات کا مقابلہ دلیری سے کر رہے ہیں اور ان کے عزائم بُلند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کل نوجوان نسل کو جس قسم کے چیلنجز کا سامنا ہے اس کا تصوّر پچھلے وقتوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔ آج کی نوجوان نسل ماضی کے مقابلے میں بے حد باشعور اور وقت کی حقیقتوں کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ مجھے میرے بچّوں نے مایوس نہیں کیا۔ میرے نوجوان بچّے اپنی زندگی کے اہداف کی طرف دُرست سمت میں گامزن ہیں۔

خزانہ کہاں گیا

ایک زمانے میں ایک بوڑھی عورت تھی اس کے گھر کے مچان کو صفائی کی ضرورت تھی۔ لہٰذا وہ اوپر گئی اور فرش پر جھاڑو دینے لگی۔ اس کو وہاں دس سونے کے سکے ملے! وہ بہت حیران اور خوش ہوئی۔ مجھے جا کر اپنے تمام پڑوسیوں کو بتانا چاہیے۔

اس نے کہا۔ لہٰذا اس نے سونے کے سکے باورچی خانے میں رکھے اور اپنی سہیلیوں کو بتانے کے لئے باہر بھاگی۔ وہ کنوئیں کے پاس گئی جہاں گاؤں کی خواتین پانی بھر رہی تھیں اور باتیں کر رہی تھیں۔ میری بات سنو! وہ چلائی مجھے اپنے مچان میں سے خزانہ ملا ہے! تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟۔

اچھا اچھا ہر لڑکی نے کہا یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ تمہیں ان کو حفاظت سے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس خزانے کی چوری ہو جانے کا خدشہ ہے۔ ویسے تم نے ان کو کہاں رکھا ہے؟
اوہ ان کو تو میں باورچی خانے میں چھوڑ آئی ہوں۔

بوڑھی عورت نے کہا۔

یہ تو تمہاری بے وقوفی ہے! اس کی سہیلیوں نے کہا ہمارے ساتھ آؤ ہم تمہیں ایک صندوق گاؤں کی دکان میں دکھاتے ہیں۔ تمہیں وہ خرید لینا چاہیے تاکہ تم اپنے سونے کے سکے اس میں رکھ سکو۔ لہٰذا وہ گاؤں کی دکان پر گئی اور اس نے وہ صندوق دیکھا۔

مجھے یہ لے لینا چاہیے۔ اس نے کہا۔ اس کے ذریعے میرے سونے کے سکے محفوظ رہیں گے۔ لیکن چور تو آسانی سے اس صندوق کو لے جاسکتے ہیں۔ دکان دار نے کہا۔ دیکھو تم اپنے سکے اس صندوق میں رکھو اور ایک بڑا اور مضبوط صندوق مجھ سے خرید کر اس میں چھوٹے صندوق کو رکھ لو۔

چور اتنی آسانی سے اتنا بڑا اور مضبوط نہیں لے جاسکتے۔ تمہارا اس والے صندوق کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ میرے پاس مضبوط ترین ہے۔ دکاندار نے بڑے صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
یہ ایک عمدہ صندوق ہے۔ بے وقوف بوڑھی عورت نے کہا۔

مجھے یہ لے لینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے اس کو کوئی چور نہیں لے جاسکتا۔ میں خود بمشکل اس کا ایک کونا اٹھا سکتی ہوں۔ میرا خزانہ بالکل محفوظ ہو گا۔ کیا تمہارے پاس اپنے گھر کو تالا لگانے کے لئے چابی ہے؟۔ اس کی سہیلیوں نے پوچھا۔

اگر تم اپنا گھر بند نہیں کرو گی تو تمہاری غیر موجودگی میں دو آدمی آکر آسانی سے اس کو لے جا سکتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ایک نیا تالا چابی اپنے گھر کے لئے لے لو۔ پھر تم اور تمہاری دولت مکمل محفوظ ہوں گے۔ میرے پاس ایک مضبوط نیا تالا چابی ہے۔

چالاک دکاندار نے کہا اور ایک نیا چمکتا ہوا تالا اس کو دکھایا۔ جب یہ تمہارے دروازے پر لگا ہو گا تو کوئی چور اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔
مجھے یہ تالا چابی لے لینا چاہیے۔ اس بے وقوف نے کہا۔ اب تو یقیناً میرا خزانہ بالکل محفوظ ہو گا۔

میں ابھی یہ تمام چیزیں تمہارے گھر لے کر آتا ہوں۔ دکاندار نے کہا لہٰذا وہ اور اس کا لڑکا وہ تمام چیزیں لے کر آ گئے۔ گھر پہنچنے کے بعد دکاندار نے گھر پر تالا لگایا اور پیسے مانگے۔ دو سونے کے سکے صندوق کی قیمت اور دس سونے کے سکے بڑے مضبوط صندوق کے اور دو سکے تالے اور چابی کے بنتے ہیں لہٰذا آپ مجھے اس کی ادائیگی کر دیں۔

دکاندار نے صندوق کی قیمت مانگی۔ بے وقوف عورت نے اس کو سکے دے دیئے اور وہ چلا گیا۔ پھر اس نے سوچا کہ اس کو اپنا خزانہ صندوق میں رکھنا چاہیے اور صندوق کو بڑے صندوق میں جہاں کہ وہ محفوظ ہو گا۔ لیکن اس کو اس میں رکھنے کے لئے ایک بھی سکہ نہ ملا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس کے سکے کہاں گئے؟۔

الوداع ماہِ رمضان

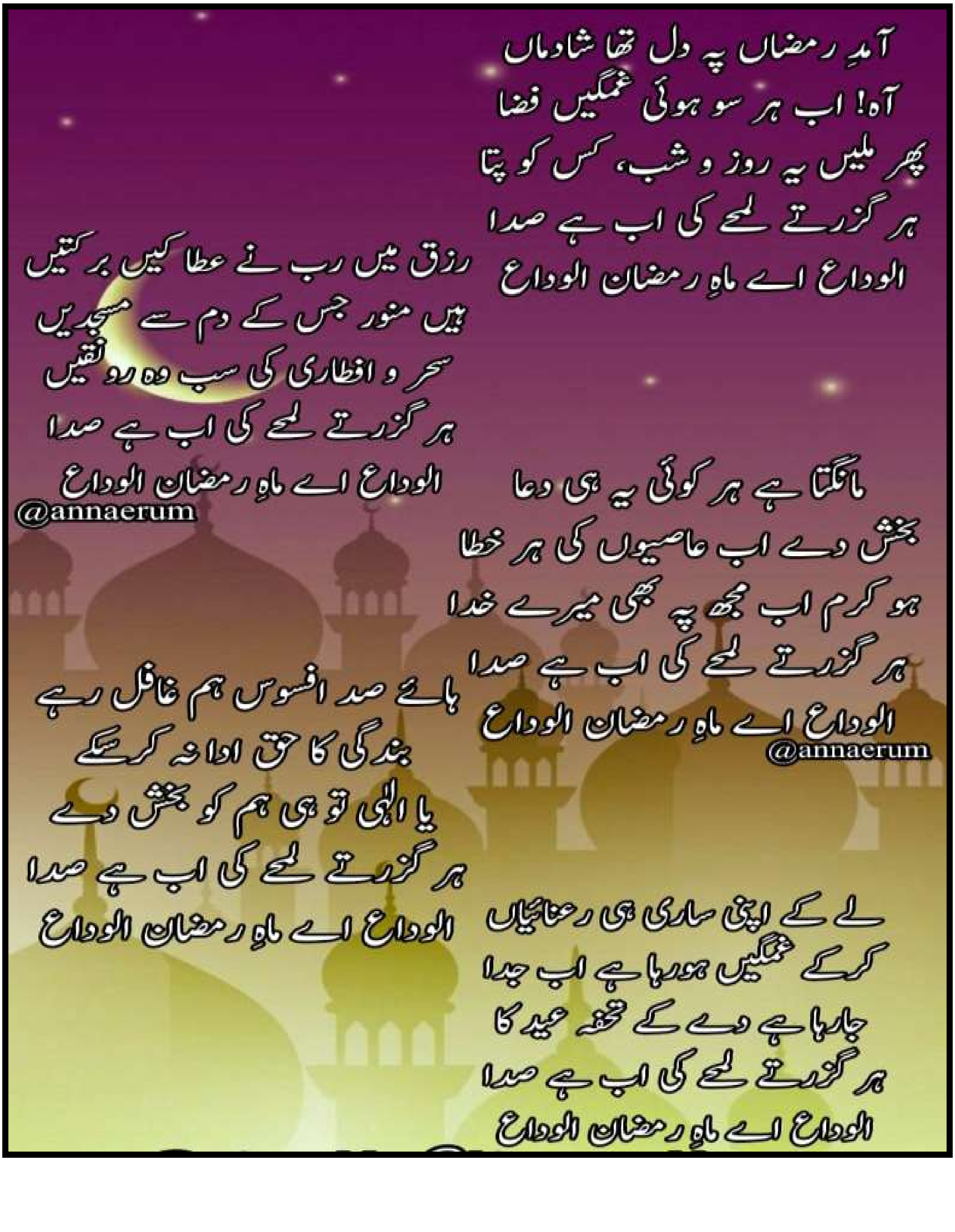

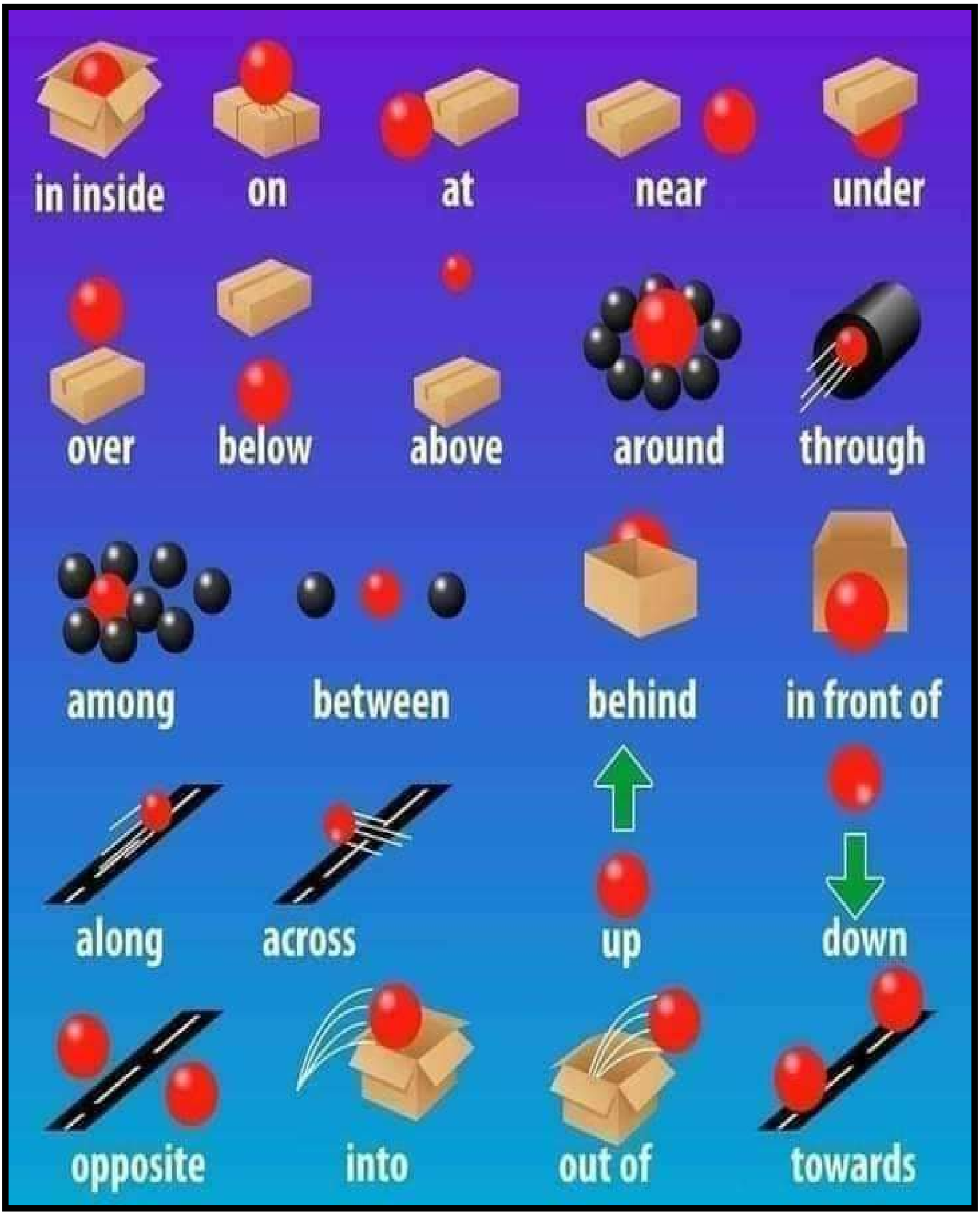
in inside
on
at
near
under
over
below
above
around
through
among
between
behind
in front of
along
across
up
down
opposite
into
out of
towards

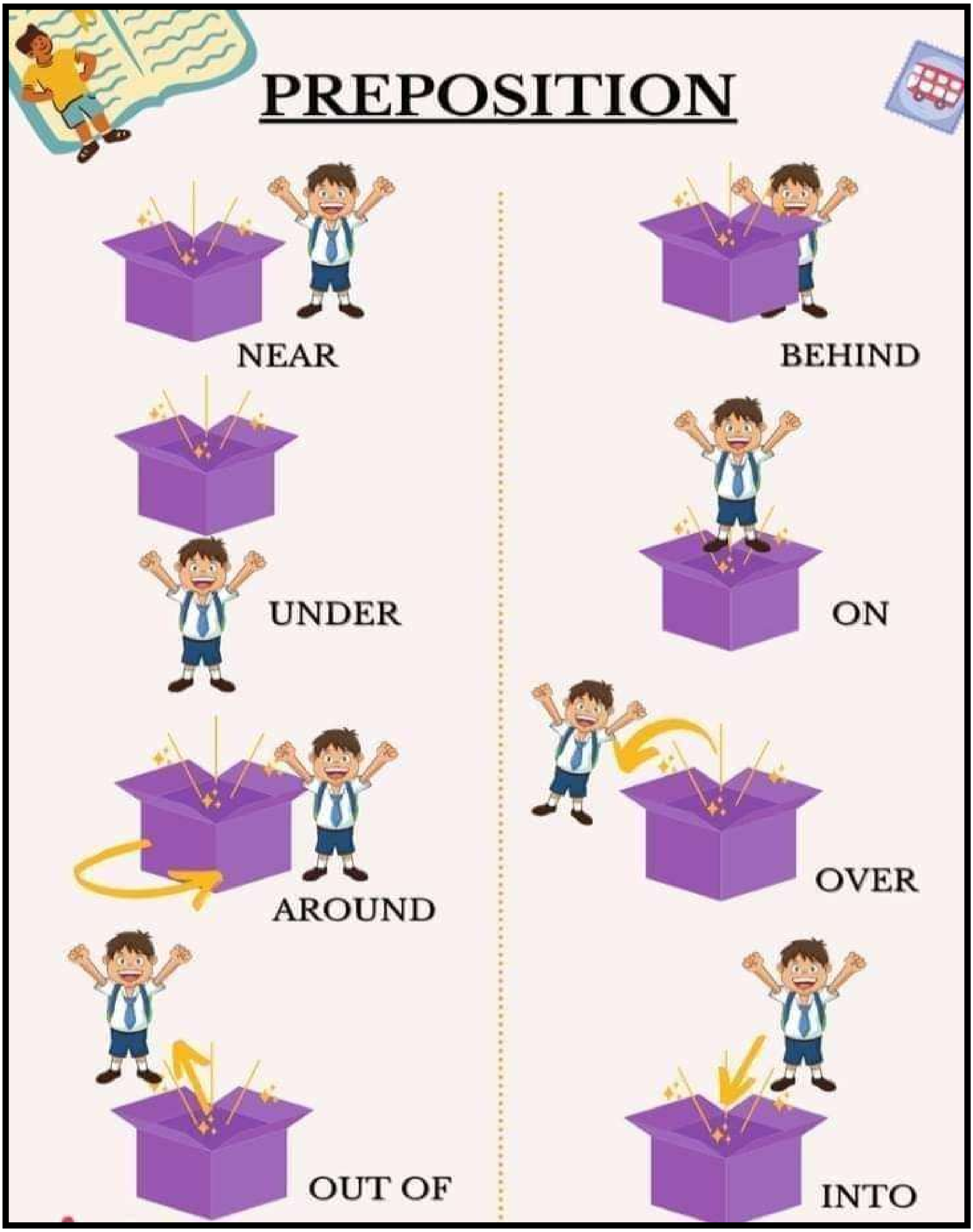
PREPOSITION
NEAR
BEHIND
UNDER
ON
AROUND
OVER
OUT OF
INTO

PREPOSITIONS
OF TIME
in
the morning
the afternoon
the evening
February
(the) spring
(the) summer
(the) fall / autumn
(the) winter
the 1990s
on
Sunday
Monday morning
Tuesday afternoon
Wednesday evening
my birthday
a holiday
May 5
a weekday
the weekday (U.S.)
at
night
10:30
noon / midday
midnight
bedtime
sunrise / sunset
the weekend (U.K.)
LEARN ENGLISH
EASILY!

خلاصہ خطبہ جمعہ 11مارچ 2016ء

شیطانی حملوں سے بچاؤ اور خدا تعالیٰ کے خاص بندہ بننے کے طریق

☆اگر شیطان برائی کے راستے پر چلانے کی کوشش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ نے نیکی کرنے اور شیطان سے دور رہنے کے طریق بھی بتلائے ہیں۔

☆شیطان کا حملہ صراط مستقیم پر ہوتا ہے۔

☆خدا تعالیٰ کے خالص بندہ بننے کے لئے ہر بے ہودہ اور لغویات سے بچنا ہوگا جس سے خدا تزکیہ کرتا ہے۔

☆شیطان کا حملہ ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ آہستہ آہستہ یعنی چھوٹے گناہوں سے بڑے گناہوں تک انسان جاتا ہے۔

☆اس سوال کا جواب کہ شیطان کو بنایا کیوں گیا اور سزا کیوں نہیں؟

☆انسان میں نیکی اور بدی دونوں قوتیں ہیں اگر نیکی کی قوت ہی ہوتی بدی کی نہ ہوتی تو نیکی کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا بدی کی یہی قوت شیطان ہے۔

☆آدم اور شیطان کے گناہ میں فرق ”تکبر“ کا تھا آدم کو تکبر نہ کرنے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔

☆شیطان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح انسان میں گناہ کا بیج رکھے وہ ہار نہیں مانتا۔

☆جس دل میں خدا کا خوف ہے وہاں شیطان کی حکومت نہیں چل سکتی۔

☆شیطان کا بڑا وسوسہ ربوبیت کے متعلق وسوسہ ڈالنا ہے۔ حقیقی رب الناس کی پناہ میں رہنے کی دعا کرنی چاہیئے۔

☆آج کل کے دور میں جو بھی چیز دین سے ہٹانے کی کوشش کرے تو سمجھ جانا چاہیئے کہ وہ شیطان ہے۔

☆جو بالکل ہی دنیا کے بندہ ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان قابو پا لیتا ہے دوسرا گروہ حذب اللہ ہے جو صرف خدا کے ہو جاتے ہیں۔

☆سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے // تزکیہ نفس بھی ایک موت ہے تمام برے کاموں کو ختم نہ کیا جائے تب تک تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا

☆ہر وقت ہمیں خدا کی پناہ مانگنے اور اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

☆جب تک صحابہ کرامؓ جیسے لگن اور محویت پیدا نہیں ہوگی تب تک شیطان کا اثر رہے گا۔

پاکستانی سیاستدان یا کوڑے دان

قافلے جا کے دلدلوں میں ٹھہرے
رہنما پھر بھی رہنما ٹھہرے

پاکستان انسانوں کا میلہ ہے، جس میں صرف سیاستدانوں کا ٹھیلا ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، ہمارے کچھ پاکستانی دیر سے بیدار ہوتے ہیں، کچھ زیادہ دیر سے بیدار ہوتے ہیں، اور کچھ کے ضمیر کبھی بیداد نہیں ہوتے۔ یہ والے لوگ وہ ہوتے ہیں، جن کے دل میں بغض اور زہر بھرا ہوتا ہے۔

مگر بول ہمیشہ میٹھا بولتے ہیں۔ یہ ہمیشہ بے وفا محبوب کی طرح جھوٹے وعدے کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی پوری زندگی دو اصولوں پر کاربند نظر آتی ہے، پہلا اصول اپنی غلطی ہمیشہ دوسرے پر ڈال دو اور دوسرا اچھا کام کبھی غلطی سے بھی نہ کرو۔ اب تک تو بیو قوف سے بیو قوف جیالا، پٹواری اور کھلاڑی بھی سمجھ چکا ہو گا کہ میں ان کے سیاستدانوں کی بات کر رہا ہوں۔

ہمارے سیاستدان ان جونکوں کی طرح ہیں، جو معاشرے کے ساتھ جڑ کے رہتے ہیں اور خون چوستے ہیں۔ یہ ہمارے معاشرے کی جڑیں اس لیے بھی کھوکھلی کرتے ہیں، تاکہ ان کی جڑیں مضبوط ہوں۔ اس لیے زیادہ تر لیڈر عزت دینے کے قابل نہیں بلکہ زہر دینے کے قابل ہیں۔ ان کے کالے اعمال کی وجہ سے ان کے مدمقابل دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ ہاں ہمارے سیاست دانوں سے اگر کسی کو رقابت محسوس ہوئی ہے تو صرف شیطان کو ہے، آخری اطلاعات تک دونوں کے درمیان سخت مقابلہ جاری ہے۔

قوم واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے ظالم اور مظلوم، امیر اور غریب۔ یہی ان کے نزدیک دو قومی نظریہ ہے۔ انہیں اللہ تعالی نے مختلف اوصاف سے نوازا ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارا پاکستانی ووٹر میڈیا کی آگاہی کی وجہ سے مرچ کی طرح تیز ہوتا جا رہا ہے۔ مگر ووٹر جتنا بھی تیز ہو، سیاستدان اسکا اچار ڈال ہی لیتا ہے۔ دوسری صفت اس سے بھی اعلی ہے۔ آپ کے علاقے میں گیس آتی ہو یا نہ ہو اگر سیاستدان کا آنا جانا ہے تو گھر گھر آگ لگی ہو گی۔

ویسے بھی آگ میں وہ آگ کہاں جو سیاستدان اپنی باتوں سے لگاتے ہیں۔ پاکستان میں چندماہ تک سردی آنے والی ہے اور پاکستان میں سردی میں تب ہی بچا جا سکتا ہے، جب سردی نہ ہو یا سردیوں میں اپنی باتوں سے آگ لگانے والے لیڈر موجود ہوں۔ صرف پاکستان میں ہمارے سیاستدان آبادی بڑھنے پر خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو بے زبان غلاموں کا بن خریدے اضافہ اچھا لگتا ہے۔

★

ویسے سنا ہے باہر کے ملک میں بچہ پیدا ہو تو کھلونے لے کر دیتے ہیں تا کہ بچہ کھیلے، پاکستان میں بچہ پیدا ہو تو والدین ایک اور پیدا کر دیتے ہیں تا کہ دونوں آپس میں کھیلیں اور اگر سیاستدان کے گھر بچہ پیدا ہو تو وہ دن رات ایک کر کے اپنے حلقے کے مسائل میں اضافہ کرنے میں لگ جاتا ہے، تا کہ اسکا بچہ بڑا ہو کر حلقہ پر حکمرانی کر سکے اور ان کے جذبات سے کھیل سکے۔ مہنگائی کے دور میں بھی کچھ بکے یا نہ بکے۔ سیاست دانوں کا ہر نیا چونا ضرور بکتا ہے۔ کبھی روٹی کپڑا مکان، کبھی نیا پاکستان، کبھی لبرل یا سیکولر پاکستان تو کبھی اسلامک پاکستان، کبھی شیر کا پاکستان تو کبھی بھائی اور قائد کا پاکستان، کبھی ووٹر سے پاکستان تو کبھی فوج سے پاکستان۔ عموماً یہ چونا بیچنے والے سیاستدان ان پڑھ ہوتے ہیں۔

اور فکر نہ کریں انہیں کچھ آتا ہو یا نہ ہو، گنتی ضرور آتی ہے۔ ظاہری بات ہے، پیسوں کی گنتی، ووٹوں کی گنتی۔ سنا ہے الیکشن کے دنوں میں ایک سیاستدان ہسپتال کے احاطے میں ٹہل رہا تھا، کہ نرس نے آکر مبارکباد دی اور کہا آپ کے تین جڑواں بچے پیدا ہوئے ہیں۔ سیاستدان خیالات سے چونکا، اور جلدی سے بولا یہ نہیں ہو سکتا، دوبارہ گنتی کراؤ۔

ہمارے ایک ووٹر دوست ایک دن ہم سے مشورہ کر رہے تھے، کہ نوکری تو ملتی نہیں سوچتا ہوں جرائم پیشہ گروہ میں شامل ہو جاؤں۔

ہم نے احتیاطاً پوچھ لیا، اچھا گورنمنٹ یا پرائیویٹ سیکٹر میں؟ کہتے نہیں یار تم سمجھے نہیں، میں سیاست میں شامل ہونے کی بات کر رہا ہوں۔ یہ وہی دوست ہے، جن کے حلقے میں سیاستدان تقریر کر رہے تھے، کہ ایسا کام کرنا چاہتا ہوں کے علاقے کا نام میرے نام سے جانا جائے۔ ہمارے دوست نے بھی بلند آواز میں کہہ دیا، آپ کے نام سے پہلے ہی ناگپور اور دیوستان جانا چاہتا ہے پر آپ کے وعدوں کو اگر دیکھا جائے تو جھوٹ ستان اور فریبستان بھی نام رکھا جا سکتا ہے۔

یہ اکثر سرعام ہاتھ بلند کر کے بلند آواز میں دعا مانگتے نظر آتے ہیں، میری دعا ہے ایسے سیاستدان ہماری زندگی میں چاند کی مانند ہو جائیں اور جتنی دور چاند ہے، اتنی دور ہو جائیں۔ ایک دفعہ اقبالیات پڑھتے پڑھتے لہک کر بولے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں سیاست کے محمود و ایاز
دوسری صف میں کھڑے ہو جائیں خود کش بمبار
ہو پھر وہی جو اقبال نے فرمایا تھا
نہ کوئی بندہ رہے نہ کوئی بندہ نواز

عید کا جوڑا

عید الفطر میں چند روز باقی رہ گئے تھے۔ عاتکہ ‘حمیدہ‘ ثریا اور بھائی جان سلیم کے کپڑے سل کر آ چکے تھے۔ امی اور ابو نے نئے جوڑے نہیں سلوائے تھے۔ کچھ عرصہ قبل خانہ زاد بہن کی شادی ہوئی تھی جس میں انہوں نے دو نئے جوڑے سلوائے تھے۔

”عاتکہ بیٹا! یہ میرے دونوں جوڑے استری کر کے رکھ دیں۔ نیلا جوڑا عید کی نماز اور بادامی دوسرے دن پہن لوں گی۔“ امی نے عاتکہ سے کہا۔ ابو نے اپنے دونوں سوٹ ڈرائی کلینز سے استری کروالئے تھے۔
امی عید کے لئے ایک نیا سوٹ تو سلوالیں۔

ثریا نے امی سے کہا۔ بیٹا! عید کے لئے جوڑے میرے پاس ہیں تیسرا کوئی جوڑا سلوا کر میں پیسے ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ ہمیں عید میں فضول خرچی والا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔

آپ بہن بھائیوں کے پاس عید میں پہننے والے کپڑے نہیں تھے۔ اس لئے آپ کو بنوا دے ئے ہیں۔

”امی نے بات مکمل کی تو ثریا کہنے لگی۔ ”ہمیں ہر موقع فضول خرچی سے بچنا چاہئے ورنہ کئی لوگ تو جمعۃ الوداع اور چاند رات کے لئے بھی الگ جوڑے بناتے ہیں اور صرف نئے کپڑے ہی نہیں بلکہ چاند رات کو تو ہمارے ہاں بازاروں اور میڈیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس سے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔
ثریا کی باتیں سن کر عاتکہ نے بھی اپنی کہی ہاں ”ثریا! مجھے یاد آیا کہ میری دوست نیہا نے گزشتہ سال چاند رات کے لئے بھی قیمتی جوڑے بنوائے تھے۔ اس میں تو کسی غریب بچے کے عید کے جوڑے بنائے جاسکتے تھے۔“ گفتگو جاری تھی کہ بھائی جان عصر کی نماز پڑھ کر ہاتھ میں اخبار لئے گھر میں داخل ہوئے۔

”السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھائی جان“۔ تینوں بہنوں نے انہیں ایک ساتھ سلام کیا۔ بھائی جان نے بھی مسنون طریقے سے جواب دیا۔ ان کے ہاتھ میں اخبار کا رنگین صفحہ تھا۔ بہنوں کو عید کی باتیں کرتا دیکھ کر انہوں نے با آواز بلند ایک مضمون کی سرخی پڑھی۔
”کراچی میں مخیر حضرات کی جانب سے سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر افطاری کا اہتمام ‘ضرورت مندوں میں عید کے کپڑے بھی تقسیم کئے گئے“۔ یہ نیکی تشہیر کے لئے نہیں کی گئی تھی اس لئے اس مضمون میں کہیں کسی کا نام نہیں تھا۔ بھائی جان نے بلند آواز سے کہا ”رمضان المبارک کا موسم بہار ہے۔

روزہ داروں کو روزہ کھلوانا اور غریبوں کو رمضان میں راشن اور عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کے لئے عید کے جوڑے سلوا کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔ ہمیں بھی اس میں حصہ لینا چاہئے"۔ بہنوں نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ فرزانہ آپی ہاتھ میں چاول کا ٹرے لئے ان کے پاس آ گئیں۔

"آج آپ سب کے لئے مٹر والے چاول پکائے جائیں گے"۔ ان کے گھر میں افطاری کھجور اور پانی سے کر کے مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھایا جاتا تھا۔ اس طرح انہیں رمضان المبارک کے لئے الگ سے راشن خریدنے یا افطاری کا اہتمام کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی اور ساتھ ہی قرآن پاک پڑھنے کا وقت بھی مل جاتا تھا۔

امی نے اس سال گھر میں خواتین کے لئے تراویح پڑھنے کا اہتمام بھی کیا تھا۔ امی ان کی باتیں سن کر کچن سے باہر آئیں اور کہنے لگیں "نیکی میں دیر کیسی......؟ آپ سب اپنے عید کے جوڑوں میں سے ایک ایک جوڑا کسی ضرورت مند کو دے دیں۔ اللہ تعالیٰ رمضان میں نیکی کا اجر بڑھا کر دیتے ہیں"۔ تھوڑی ہی دیر میں سب نے اپنا عید کا ایک ایک سوٹ لا کر امی کے سامنے رکھ دیا۔

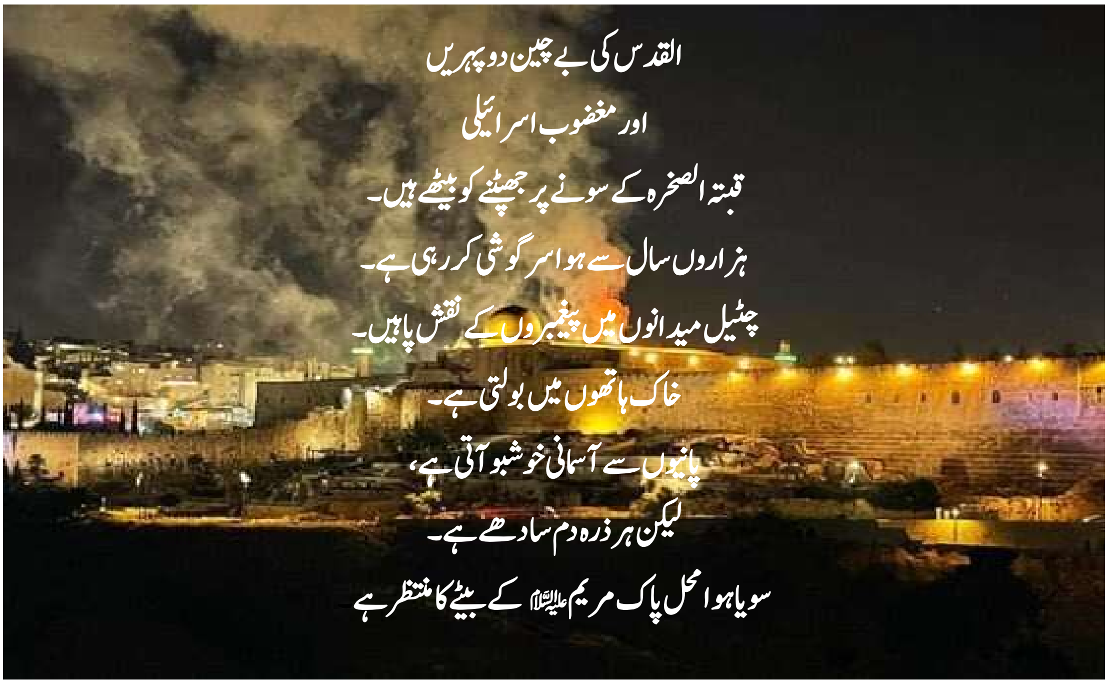

Swipe

HDMI

High Definition Multimedia Interface

ETC

et cetera

GPRS

General Packet Radio Service

GPRS

General Packet Radio Service

Swipe

IMEI

International Mobile Equipment Identity

OK

Objection Killed

HS

Hotspot

COMPUTER

Common Operated Machine Particulary Used for Technical Education & Researc

Swipe

DVD

Digital Versatile Disc

DP

Display Picture

OTG

On- The- Go

Wi- Fi

Wireless Fidelity

Swipe

LED

Light Emmiting Diode

SIM

Subscriber Identity Mobile

CD

Compact Disc

ETC

et cetera

Swipe

GB

Gigabytes

FIR

First Information Report

AIM

Ambition In Mind

WWW

World Wide Web

Swipe

ATM

Automated Teller Machine

Wi- Fi

Wireless Fidelity

BYE

Be With You Everytime

SMS

Short Message Service

یتیموں کے حقوق

شریعت کی اصطلاح میں ”یتیم“ ان بچّوں کو کہا جاتا ہے، جن کے والد بہ رضائے الٰہی دُنیا سے رُخصت ہو چکے ہوں۔ عموماً یتیم بچّہ، شفقتِ پدری سے محروم ہو کر رشتے داروں اور معاشرے کے رحم و کرم کا محتاج ہو جاتا ہے۔ باپ کی موجودگی بچّوں کے لیے تحفظ، اَمان، محبّت، شفقت اور رحمت کا باعث ہوتی ہے۔ کسی گھرانے کا سربراہ، ایک باپ اپنے خاندان کے لیے سایہ دار شجر کی مانند، مضبوط محافظ، بہترین نگران، محفوظ ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے، تو اہل و عیال کی کفالت، حفاظت اور تربیت کے لیے اپنا تن، من، دھن بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا، لیکن جوں ہی اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔

بچّوں کے سر سے تحفّظ کا سایہ چھن جاتا ہے۔ پورا گھر بے سہارا و بے آسرا ہو جاتا ہے۔ سگے، اجنبی بن جاتے ہیں۔ قرابت دار، نگاہیں بدل لیتے ہیں۔ پڑوسی، حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ شقی القلب رشتے دار بھوکے گِدھ کی طرح ان کے اثاثوں اور جائیداد کو ہتھیانے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں اور پھر ان معصوم یتیموں پر ظلم و ستم کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ زمانے کے بے رحم تھپیڑے ان بے آسرا بچّوں کو خزاں رسیدہ درخت کے ٹوٹے، سوکھے پتّوں کی طرح سماج کے سفّاک قدموں میں روندنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

بد قسمتی سے اکیسویں صدی کے اس دَور میں بھی ہمارے معاشرے میں بہت سے ایسے گھرانے نظر آتے ہیں کہ جہاں ناز و نعم میں پلنے والے بچّے، شفقتِ پدری سے محرومی کے بعد اپنے رشتے داروں کی سرپرستی میں غلاموں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ حتیٰ کہ گھروں سے بھاگ کر خانقاہوں، مزاروں اور یتیم خانوں میں پلنے والے بچّوں کی اکثریت ایسے ہی یتیم بچّوں پر مشتمل ہے۔

بلاشبہ، اسلام کا معاشرتی نظام، نسلِ انسانی کی بقاء اور عزّت و وقار کا محافظ ہے کہ جس کے تحت تمام لوگوں کی طرح، یتیموں کے حقوق کا بھی خصوصی تعیّن کر دیا گیا ہے۔ اللہ رَبُّ العزت نے قرآنِ کریم میں تیس مختلف مقامات پر یتیموں کی پرورش کے بارے میں احکامات نازل فرمائے ہیں۔ اسی طرح بے شمار احادیثِ مبارکہ بھی ہیں، جن میں یتیموں کی کفالت و تربیت پر بے پناہ اَجر اور عظیم انعام و اکرام کی بشارت دی گئی ہے۔

یتیموں سے حسنِ سلوک: یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کے معنی یہ ہیں کہ ان بچّوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے، جیسا اپنے سگے بچّوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم، لباس، رہن سہن، کھانے، پینے سمیت دیگر تمام سہولتوں کا خصوصی خیال رکھا جائے۔ ان کے ساتھ محبت، پیار و شفقت کا برتاؤ کیا جائے، تاکہ وہ کسی بھی طرح کی احساسِ محرومی کا شکار نہ ہوں۔ شفقتِ پدری سے محروم ان بچّوں کے ساتھ حسنِ سلوک، جنّت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ امام الانبیاء، خاتم الانبیاء،

سیّد المرسلین، شاہِ عرب و عجم، سرکارِ دوعالم، رحمتِ دوجہاں، محسنِ انسانیت، سرورِ کائنات، حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ یتیمی میں دُنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد سے قریباً چھے ماہ قبل ان کے والد ماجد، حضرت عبد اللہ انتقال فرما گئے تھے اور ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 6 برس ہی کے تھے کہ والدہ ماجدہ بھی مدینے سے مکّہ واپسی کے سفر کے دوران رحلت فرما گئیں۔ پھر ”درِّ یتیم“ کی حیثیت سے اپنے دادا، حضرت عبد المطلب کی زیرِ نگرانی پرورش پا رہے تھے کہ وہ بھی رحلت فرما گئے۔ قرآنِ کریم میں اللہ اپنے محبوب ؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے

”بھلا اس (اللہ) نے آپ ؐ کو یتیم پا کر جگہ نہیں دی (بے شک دی) اور رستے سے ناواقف دیکھا، تو سیدھا راستہ دکھایا اور تنگ دست پایا، تو غنی کر دیا۔" (سورۃ الضحیٰ)

اسی آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ

”اے میرے محبوبؐ! ہم نے آپ ؐ کی یتیمی کے باوجود کفالت و سرپرستی کا انتظام کیا۔ قناعت و تونگری عطا کی، رسالت و نبوت کے عظیم منصب پر فائز کیا۔“

اور آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(اب آپ بھی دُنیا کو پیغام دے دیجیے کہ) تو تم بھی یتیم پر سختی نہ کرنا اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا۔“ (سورۃ الضحیٰ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کے لیے سراپا لطف و عطا، مشعلِ راہ اور مینارِ نور تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”اللہ روزِ قیامت اس شخص کو عذاب نہیں دے گا، جس نے یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کیا۔ شفقت سے پیش آیا اور اس کے ساتھ ہمیشہ نرمی و محبت سے بات کی۔“

قرآنِ کریم اور احادیث نبوی ؐ میں یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

”اور ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، ہمسایوں، رشتے داروں، اَجنبی رشتے داروں، مسافروں اور جو تمہارے قبضے میں ہوں (غلام نوکر) ان سب کے ساتھ احسان کرو۔“ (سورۃ النساء)

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

ترجمہ: ”یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو۔“

سورۃ البقرہ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ:

”جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے احسان کرتے رہنا، لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا، تو چند لوگوں کے سوا، تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر بیٹھے۔“

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سر پر ہاتھ پھیرا، تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا، ہر ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچّی یا یتیم بچّے سے حسنِ سلوک کیا، تو میں اور وہ جنّت میں ان دو اُنگلیوں کی طرح (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں اُنگلیوں کو ملایا) ہوں گے۔" (ترمذی، مسندِ احمد)

یتیموں کی پرورش وتربیت : اسلام نے یتیموں کی بہتر طریقے سے پرورش اور تربیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اپنی سگی اولاد کی طرح یتیم بچّوں کے بھی تعلیمی اخراجات اپنی استطاعت کے مطابق برداشت کریں اور ان کی بہترین تعلیم وتربیت کریں۔ یتیم کی کفالت اور پرورش کرنا، انہیں تحفظ دینا، ان کی نگرانی کرنا اور ان کے ساتھ بہترین سلوک کرنا ایسا صدقۂ جاریہ ہے کہ جس کے اَجر و ثواب کا اللہ نے خود وعدہ کر رکھا ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربّانی ہے:

”اور وہ اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ان کے نزدیک کھانا کھلانے کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے اور اس کے عوض نہ کسی بدلے کے طلب گار ہیں اور نہ شکر گزاری چاہتے ہیں۔“ (سورۃ الدھر)

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص کسی مسلمان یتیم کی کفالت کرے گا، اللہ اسے ضرور جنّت میں داخل کرے گا۔“ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے سخت دل ہونے پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”تم یتیم کے سر پر (شفقت و محبّت سے) ہاتھ پھیرا کرو اور مساکین کو کھانا کھلایا کرو۔“ (مسندِ احمد)

یتیموں کے مال کی حفاظت: وراثت میں ملنے والے یتیم کے مال کی حفاظت اس کے کفیل کی ذمّے داری ہے، جس کے بارے میں روزِ قیامت سخت ترین پوچھ گچھ ہوگی۔ یتیموں کے مال کی حفاظت کے بارے میں اللہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

”اور یتیموں کی پرورش کرتے رہو، حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ پس اگر تم ان میں عقل مندی دیکھو، تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور اسے فضول خرچی کے ذریعے نہ کھاؤ اور نہ ہی جلد بازی میں اُڑا لے جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنا مال تم سے واپس لے لیں گے اور جو غنی ہو، وہ اس سے بچے، اور جو ضرورت مند ہو، اسے چاہیے مناسب طریقے سے ان کے مال کو مصرف میں لائے۔

پھر جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو، تو اس پر گواہ بنالو اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔"(سورۃ النساء)

سورۃ النساء ہی میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یتیموں کا مال ان کو واپس دو، اچھے مال کو بُرے مال سے نہ بدلو، اور ان کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھائو، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔"

سورۃ انعام میں اللہ حکم دیتا ہے:

"اور یتیموں کے مال کے قریب نہ جائو، مگر ایسے طریقے سے، جو احسن ہو، یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔"

یتیموں کے ساتھ بد سلوکی کی ممانعت: یتیموں کے ساتھ بد سلوکی کرنے والوں کو سخت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"بہترین گھر وہ ہے، جہاں یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہو اور بد ترین گھر وہ ہے، جہاں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔"(ابنِ ماجہ)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ:"نہیں، بلکہ تم لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔ یعنی ان کے ساتھ وہ حسنِ سلوک نہیں کرتے، جس کے وہ مستحق ہیں۔"

سورۃ الماعون میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ:"یہ وہی (بدبخت) ہے، جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔"

سورۃ الضحیٰ میں اللہ تنبیہ فرماتا ہے:

"تو تم بھی یتیم پر سختی نہ کیا کرو" بلکہ اس کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کیا کرو۔"

یتیم کا مال کھانے کی ممانت: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔"(النساء)

اسی حوالے سے سورہ بنی اسرائیل میں اللہ رب العزت حکم فرماتا ہے:

"اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاو، بجز اس طریقے کے، جو بہت ہی بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے، اور وعدے پورے کرو، کیوں کہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔"

جب یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے لیے وعید نازل ہوئی، تو صحابہ کرامؓ اس بات پر خوف زدہ ہو کر کہ کہیں وہ بھی اس وعید کے مستحق قرار نہ دے دیئے جائیں، یتیموں کی ہر چیز الگ کر دی، حتیٰ کہ کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی، تو اسے بھی استعمال نہ کرتے اور وہ خراب ہو جاتی۔

اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔ (ابنِ کثیر)

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یتیموں کے بارے میں بھی سوال کرتے ہیں۔ آپؐ کہہ دیجیے کہ ان کی خیر خواہی بہتر ہے، تم اگر ان کا مال اپنے مال میں ملا بھی لو، تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ بدنیّت اور نیک نیّت ہر ایک کو اللہ خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا، تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔" (سورۃ البقرہ)

یتیموں کی مالی معاونت: اسلام نے ہر صاحبِ حیثیت فرد پر لازم قرار دیا ہے کہ اپنے جائز مال میں سے یتیموں کی مالی امداد کرتے رہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اور مال سے محبت کے باوجود، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلام آزاد کرنے میں خرچ کرو۔" (سورۃ البقرہ)

جب کہ سورہ انفال میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

"اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت سے حاصل ہو، تو اس میں سے پانچواں حصّہ اللہ کا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا، قریبی رشتے داروں کا، یتیموں کا، مسکینوں کا، اور مسافروں کا ہے۔"

سورۃ الحشر میں اللہ فرماتا ہے:

"جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو بستیوں والوں سے دلوایا ہے، وہ اللہ کے، اور پیغمبر کے، اور رشتے داروں کے، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، تاکہ وہ مال تمہارے دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔"

اسی طرح یتیم بچّے، بچیّوں کے سرپرستوں کی ذمّے داری ہے کہ وہ پرورش و کفالت کے بعد ان کی بہتر اور مناسب جگہ شادی کا اہتمام کریں، خصوصاً یتیم بچیّوں کی شادی کرنا یا ان کی شادی کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی مدد فراہم کرنا بڑے اَجر و ثواب کا کام ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ، جو یتیموں کے ساتھ پیار و محبت اور بہترین سلوک کر کے اس عمل کو اپنے لیے جنّت کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں۔ یاد رکھیے! یتیم کی آہیں اور بددُعائیں عرش بھی ہلا دیتی ہیں۔ روزِ قیامت ہم سب کو اللہ کے حضور ڈھائے گئے ظلم و جبر کا حساب دینا ہو گا۔

وہ کیسا بھیانک منظر ہو گا، جب ایک یتیم بچّہ روزِ محشر اللہ کے دربار میں اپنی مظلومیت و بربادی کی داستان سنا رہا ہو گا۔ اس وقت وہاں مجرم کی حیثیت سے سر جھکائے ایسے غاصب وارث بھی ہوں گے اور اس پر ڈھائے جانے والے مظالم کو دیکھنے اور سننے کے بعد آنکھیں بند کر لینے والے اس کے پڑوسی اور دیگر رشتے دار بھی۔ اور سب قہرِ الٰہی کے منتظر ہوں گے، جو دوزخ کی آگ کا ایندھن بننے کے سوا کچھ نہ ہو گا۔

★

علم دریچے

سکون

ارے خولہ ! اتنا سا بچہ اور میوزک؟

ہاں یار ! کیا بتاؤں ہر وقت کا رونا، بس جب گانا لگا دو تو تھورا سکون میں آ جاتا ہے۔

ہٹو یہاں سے، اسے دو مجھے۔

اعوذ باللہِ من الشیطان۔۔۔ اس نے تلاوت شروع کی اور کچھ ہی دیر میں وہ پر سکون نیند سو گی

پڑھاکو محاورے

نیوٹن رے نیوٹن تیری کون سی تھیوری سیدھی۔

فیزکس سے گرا، کیمسٹری میں اٹکا۔

بائیو کا جلا اردو بھی پھونک پھونک کے پڑھتا ہے۔

اب پچھتاوے کا ہو وت، جب نمبر لے گئے سیٹ۔

دوست وہ جو پرچے میں کام آئے۔

سائنس بھلی، سب بھلا۔

مقابلہ

انٹرویو کے دوران ایک امیدوار س پوچھا گیا:

"تم پولیس کی جیپ میں اکیلے بیٹھے ہوئے ہو، تمھیں وائرلیس کے ذریعے اطلاع ملتی ہے کہ تمہاری جیپ کے پیچھے ایک ڈاکو پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آرہا ہے، تم اس صورت حال کا مقابلہ کس طرح کرو گے؟"

امیدوار نے جوب دیا:

"ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے۔"

خواتین اور ریاضی کا مضمون

ریاضی، شاید خواتین کا پسندیدہ مضمون ہے۔ جب بھی کوئی ان سے ان کی عمر دریافت کرتا ہے تو وہ فوراً اپنی عمر کو دو پر تقسیم کر کے جواب بتا دیتی ہیں۔ اپنے شوہر کی تنخواہ بتانے سے پہلے وہ اسے تین سے ضرب دیتی ہیں اور اپنے لباس کی مالیت کو دگنا کر کے بتاتی ہیں۔

اپنی شادی کی مدت بتانے سے پہلے وہ اس میں سے کچھ سال تفریق کر لیتی ہیں اور جب کوئی ان کی کسی سہیلی کی عمر کے بارے میں استفسار کرتا ہے تو یہاں وہ جمع سے کام لیتی ہیں اور اس سہیلی کی اصل عمر میں کچھ برسوں کا اضافہ کر دیتی ہیں۔

اماں

اماں خط لکھتی تو نیچے اپنا نام نہیں لکھتی تھی؟ اُس کا نام صغرا تھا۔ میں پوچھتا۔ اماں تُو اپنا نام کیوں نہیں لکھتی؟ اماں کہتی: صغرا تو چند ایک سال کے لیے جی تھی، پھر تو پیدا ہو گیا تو صغرا ختم ہو گئی۔ والدہ ممتاز بن گئی، پھر ساری زندگی وہ تیرے لیے جی، خود کے لیے نہیں، ساری زندگی وہ والدہ ممتاز رہی۔

پارس پتھر

مشہور ہے کہ پہاڑوں میں پارس پتھر ہوتا ہے۔ جسے جس چیز سے بھی چھوا جائے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔

ایک شخص نے اپنے دفتر سے چھ مہینے کی چھٹی بغیر تنخواہ کے لی اور قسمت آزمانے کے لیے ایک مشہور پہاڑی علاقے میں جا پہنچا۔ اس نے کرائے کے جانوروں کے پاؤں میں زنجیریں باندھیں کہ شاید کوئی زنجیر پارس پتھر سے چھو جائے، پھر وہ دن بھر جنگلوں میں پھرتا رہا۔

دن گزرتے گئے مگر کچھ نہ بنا، چھٹی ختم ہوئی تو وہ جانور اور زنجیریں لوٹا کر قسمت کو برا بھلا کہہ رہا تھا کہ جوتا اتارتے وقت معلوم ہوا کہ میخیں سونے کی بن چکی ہیں۔ وہ سنار کے پاس گیا۔ اس نے تول کر جب قیمت بتائی تو وہ پورے چھ ماہ کی تنخواہ کے برابر تھی۔

اس سے نتائج خود نکال لیجیے لیکن تقدیر اور تدبیر پر لعنت ملامت نہ کیجیے اور قسمت آزمائی کے لیے پہاڑوں کی طرف مت جائیے۔

بیوی

بیوی اور C.V بناتے وقت بہت سمجھ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ اس پر آپ کی پوری زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔

پاکستانی

ٹماٹر ہے چینی ہے نہ آٹا ہے دوکانوں پر۔
تو پاکستانی ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر۔

باوضو سونے کے فضائل

باوضو سونے والے کی روح بیت اللہ کا طواف کرتی ہے۔
فرشتے ساری رات نیکیاں لکھتے رہتے ہیں۔
جب کروٹ بدلتا ہے تو فرشتے بخشش کے لیے دعا کرتے ہیں۔
جب صبح سو کر اٹھتا ہے تو جو دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔
(لہٰذا رات کو وضو کر کے سونے کو اپنا معمول بناؤ اور دوسروں کو بھی بتاؤ)

کرکٹ رولز

بچپن کے کرکٹ رولز:

- پہلی بال ٹرائی بال ہوگی۔
- جو بال باؤنڈری سے باہر پھینکیں گا خود واپس لائے گا۔
- بیٹنگ ٹیم امپائرنگ کرے گی۔
- باؤنڈری کو ڈائریکٹ لگا تو چھکا، ایک ٹھپا لگ کر گیا تو چوکا، سامنے والی دیوار کو لگا تو دو رن۔
- آخری بیٹسمین اکیلا کھیل سکتا ہے۔
- جو بال گم کرے گا وہی نیا بال لے کر آئے گا۔
- چھوٹے بچے صرف فیلڈنگ کریں گے۔
- جو ٹیم جیتے گی وہی اگلی بار پہلی باری کرے گی۔
- جب اندھیرا ہو گا تو صرف اسپن باؤلنگ کارروائی جائے گی۔

کروناوائرس کی آپ بیتی

میرا نام کوروناوائرس ہے مجھے اپنی جائے پیدائش معلوم نہیں لیکن اتنا پتا ہے کہ چین میں ابتدائی ایام گزرنے کے بعد مجھے وہاں کے بے وفالوگوں نے اپنے وطن سے نکال دیا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ مجھے بیک وقت جرمنی اٹلی اور امریکہ کے باسیوں نے خوش دلی سے ویلکم کیا۔ میں مسرور تھا کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں امریکہ جا پہنچا اب تو گرین کارڈ لے کر ہی رہوں گا۔ لیکن میری سوچ چھوٹی تھی۔ وہاں کے صدر بہت اچھے تھے انہوں نے پورا ملک ہی میرے لئے فرش راہ کر دیا۔ کچھ روز یوں ہی سیر و تفریح میں گزر گئے۔ پھر وہاں کسی نے بتایا کہ پاکستان کے لوگ بہت مہمان نواز ہیں۔ دل میں اک لہر سی اٹھی کے جوانی کے چند ماہ کسی گرم مرطوب علاقے میں گزارنے کا خواب بھی پورا ہو جائے گا۔ یہاں امریکہ میں جب بھارتی اور پاکستانی چینلز دیکھتا تو دل باغ باغ ہو جاتا کہ میرے لیے اصل جگہ یہ دونوں ممالک ہی ہیں، امریکہ تو ایک عارضی مقام ہے اور ویسے بھی یہ ملک حلیفوں سے دیر تک اچھا سلوک نہیں کرتا۔ جب خواہش پہ قابو نہ رہا تو میں ایک کنٹینر میں گھس گیا۔ دل میں ڈر بھی تھا کہ غیر قانونی طور پر جا رہا ہوں کہیں پکڑا نہ جاؤں، مگر کیا کہنے بندرگاہ والوں کے، انہوں نے بغیر کسی چیکنگ کے کراچی جانے دیا۔ غالبا ایسے ہی لوگوں کے لیے خواجہ میر درد نے لکھا تھا کہ :

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

دنیا اب بھی اچھے لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ پاکستان پہنچ کر میں نے دیکھا کہ پوری قوم ایک جگہ کھڑی ہوئی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ یہ تو بڑی متحد قوم ہے، میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ بھائی یہ کونسی جگہ ہے اور آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ کہنے لگا یہ تاریخ کا نازک ترین موڑ ہے اور ہم 72 سال سے یہیں کھڑے ہوئے ہیں۔ میں جلد ہی لوگوں میں گھل مل گیا۔ میری خوب سیرتی اور اچھی شخصیت سے متاثر ہو کر یہاں میرے فینز کی تعداد کئی لاکھ تک جا پہنچی۔ خوش تھا کہ وزیراعظم کے ٹوئٹر اکاؤنٹ جتنے فالور جلد ہی بنا لوں گا۔ مگر کسی نگوڑے نے یہ خبر عمران خان تک پہنچا دی۔ وہ حسد کی آگ میں جل اٹھا اور چند روز بعد ہی اس نے لاک ڈاؤن لگا دیا۔ یقین جانیں بہت مایوسی ہوئی۔ آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا۔

چند ماہ پاکستان میں رہنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ یہاں کے لوگ تو محبت کے پیامبر ہیں لیکن حکومت میرے ساتھ روابط رکھنے میں سنجیدہ نہیں۔ کسی چاہنے والے نے بتایا کہ بھائی انڈیا جاؤ وہاں بڑا اسکوپ ہے۔ میرے پاس کوئی آپشن نہیں تھا، سو دہلی جا پہنچا۔ وہاں حالات کچھ بہتر لگے۔ اپنا گھر بنایا اور پھر ایک نیا جہاز خرید کر شہر شہر سفر کیا۔ شروع میں یہ لوگ بہت اچھے تھے مگر بعد میں انھوں نے بھی آنکھیں ماتھے پر رکھنا شروع کر دیں۔ مودی کو لگا کہ شاید میں کشمیری ہوں تو اس نے لاک ڈاؤن لگا دیا۔

میں نے بہت عرض کی کہ بھائی میں نہ تو مسلمان ہوں نہ کشمیری اور نہ ہی سکھ، پھر یہ بے اعتنائی کیوں؟ لیکن میری عرضی اقوام متحدہ میں برسوں سے پڑی ہوئی دیمک زدہ قراردادوں کی طرح مودی کے دفتر کی فائلوں میں دبی رہ گئی۔ چند ہفتے بھوک اور پیاس سے نڈھال رہا۔ کبھی کسی ڈھابے پر بیٹھا رہا تو کبھی کسی چائے والے سے دوستی کرنے کی کوشش کی، مگر حالات بہتر نہ ہو سکے۔ ایک دن ہوٹل میں بیٹھا اکیلا بور ہو رہا تھا۔ سوچا ٹی وی دیکھتے ہیں۔ ڈش لگائی تو ڈورے مون لگے ہوئے تھے۔ میں نے ریموٹ پکڑ کے چینل تبدیل کرنا شروع کیے۔ اچانک ایک جگہ آنکھیں جم گئیں۔ کوئی نیوز چینل تھا اور اینکر بتا رہی تھی کہ لاہور میں 13 دسمبر کو ایک بڑا جلسہ ہونے والا ہے۔ یہ سنتے ہی "اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے"۔ فوراً مولانا خادم حسین رضوی مرحوم کے جنازے کا منظر آنکھوں کے سامنے دوڑ گیا جو میری نااہلی سے چھوٹ گیا تھا۔ اگلے ہی لمحے ایک افسوسناک خبر ملی کہ یہ جلسہ اپوزیشن کر رہی ہے۔ یہ سن کر دل پھر کرب سے نڈھال ہو گیا۔ سوچا اپوزیشن کے ساتھ تو لوگ ہی نہیں ہیں، وہاں جانا بیکار ہے۔ میں نے دلی سرکار کو ایک نامعلوم نمبر سے کال کی اور ان سے جلسے کے اسکوپ کے بارے میں معلوم کیا۔ بتانے والے نے بڑے اعتماد سے کہا کہ "پاجی فورا لہور چلے جاؤ بڑا موقع جے"۔

12 دسمبر کو میری لاہور کے لیے ٹکٹ ہے لیکن خدشہ ہے کہ حکومت کہیں لوگوں کو گھروں میں بیٹھنے کے لئے راضی نہ کر لے۔ ایسے، ٹکٹ کے پیسے بھی ضائع ہو جائیں گے اور ہاتھ بھی کچھ نہ آئے گا۔ احتیاطا اپوزیشن کے ایک رہنما سے فون پر بات کی اور پوچھا کہ کوئی پازیٹو رسپانس نہیں آرہا، کہیں آپ جلسہ منسوخ تو نہیں کر دیں گے، میری روزی روٹی کا سوال ہے اور پہلے ہی بہت تلخ ہیں بندہ مزدور کے اوقات۔ کہنے لگا کہ ہم پتھر کے زمانے والا پرانا پاکستان بنانا چاہتے ہیں، تمام اپوزیشن نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے ممولے کو اس بار شہباز سے لڑا ہی دینا ہے۔ میں نے عرض کی کہ بھائی اتنی پابندیاں ہیں، غیر قانونی طور پر جلسہ کرنے پر آپ کے کئی بندے بھی دھر لیے گئے ہیں۔ کہنے لگا

گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاویں گے کیا
خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبراویں گے کیا

میں نے کہا یہ تو سیاسی بیان ہے، عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا۔ ایک بار پھر سوچ لو۔ کہنے لگا، بریانی کا آرڈر دے دیا ہے "ایہہ جلسہ ضرور ہووے گا"۔ یہ سن کر میری آنکھوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

★

ہنسی گھر

☆یہودیوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ایک یہودی لڑکا محاذ جنگ سے واپس آیا، استقبال کے لئے آئے ہوئے اپنے باپ اور بڑے بھائی کی بڑھی ہوئی داڑھیاں دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے حیران ہو کر پوچھا"یہ آپ لوگوں نے داڑھیاں کیوں بڑھا رکھی ہیں۔""بیٹے تمہیں یاد نہیں، بلیڈ تم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔"باپ نے جواب دیا۔

☆استاد نے بچے کی ماں کو شکایت کا خط لکھا۔"آپ کا بچہ بہت ذہین ہے لیکن سکول میں سارا وقت ہم جماعت لڑکیوں کو دیکھتا اور ان کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔"ماں نے جواب میں لکھا۔"اگر آپ میرے بچے کی اصلاح کر سکیں تو مجھے بھی بتایئے گا۔ بالکل یہی عادت اس کے باپ کی بھی ہے۔"

☆ ایک مولانا نے ایصال ثواب کی خاطر مسجد کے بیرونی دروازے پر یہ تحریر لکھ کر ٹانگ دیا۔"میرا پیارا بھائی احمد آج صبح اس جہاں فانی سے جنت الفردوس کی جانب کوچ کر گیا۔دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتے ہوئے اسے اعلیٰ وعمدہ مقام عطا فرمائے۔"دوسرے دن جب وہ مولانا مسجد میں داخل ہونے لگے تو اس کی نگاہ بے ساختہ اپنی تحریر پر پڑی جہاں نیچے کسی نے مندرجہ ذیل فقرہ لکھ دیا تھا۔"از جنت الفردوس!احمد صاحب ابھی تک نہیں پہنچے،ہمیں سخت تشویش ہے۔اگر وہ بروقت نہ پہنچ سکے تو مجبوراًان کا پورشن کرائے پر اٹھانا پڑے گا۔"

☆ دنیا بھر کے سائنسدان ایک ایسا کمپیوٹر بنا رہے تھے جو کہ ہر سال کا جواب دے سکتا تھا بالآخر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔ ٹیم کے سربراہ نے پہلا سوال کیا۔::"یہ دنیا کیسے بنی"۔جواب ملا:"گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ دیکھیں"۔

☆ فوجی اانسٹرکٹر:(سپاہی سے)اگر تم مسلسل مغرب میں چلتے رہے تو کہاں پہنچو گے؟ سپاہی:(جلدی سے)غروب ہو جاؤں گا جناب۔

☆ایک شخص اپنا رنگین ٹی وی اور وی سی آر اٹھائے سمندر کی طرف جا رہا تھا۔راستے میں اس کا دوست ملا اور اس نے حیرانی سے پوچھا۔"کیا ماجرا ہے؟"وہ بولا۔"خودکشی کرنے جا رہا ہوں اور ٹی وی،وی سی آر ساتھ لے کر ڈوبوں گا۔میری بیوی مجھ پر نہ سہی ان چیزوں کی محرومی کا تو ماتم کرے گی۔"

★

بوجھو تو جانیں

☆ سب سے تیز اس کی رفتار
ذہن میں آئے سو سو بار

☆ جب وہ بولے ایک اکیلا
شہر سنے اس کا واویلا

☆ جانے بوجھے ایک خدائی
ایک شے سے ہو روز جدائی

☆ پہنچ جائے انسان خدا کے جو گھر
وہاں سے بھی آجائے واپس مگر

☆ کچھ قطرے آنکھوں میں ڈالے
کچھ قطرے آنکھوں سے نکالے

☆ پانی سے ابھرا شیشے کا گولا
لو میں چلا ہوں آتے ہی بولا

☆ ایک بڈھے کے سر پر آگ
گاتا ہے وہ ایسا راگ
اس کے منہ سے نکلے ناگ
جو تیزی سے جائے بھاگ

☆ سورج کے جانے پر تین
سورج کے آنے پر دو
صدیوں سے ہوتا آیا ہے
اور قیامت تک نہ ہو

جوابات

۱:خیال ۲:سائرن ۳:دن ۴:مسجد

۵ : آنکھوں کا لوشن ۶:بلبلہ ۷:حقہ

۸:پانچ نمازیں

گھریلو ٹوٹکے

اعصابی دباؤ سے نجات
کلونجی کے چند دانے روزانہ شہد کے ساتھ
کھانے سے اعصابی دباؤ سے نجات مل سکتی ہے
healthwalisarkar.blogspot.com

healthwalisarkar.blogspo
شاندار حافظے کے لیے
ایک سبز الائچی اور ایک چٹکی
دار چینی چبا کر ایک گلاس دودھ
پلانے سے بچوں کا حافظہ انتہائی تیز ہو جاتا ہے

صدا جوان رہیں
بھنے ہوئے چنے ڈیڑھ چھٹانک اور 20 مغز بادام
روزانہ کھانے والا سدا جوانی کا لطف اُٹھاتا ہے

ealthwalisarkar.blogspot.com
دبلاپن دور
دبلے لوگ دودھ دہی اور لسی کا استعمال زیادہ کریں
اور کھانے میں کلیجی کا استعمال بھی مفید ہے

کھانا خزانہ

روایتی شیر خرما

اجزاء:

سوئیاں:4 کپ، دودھ:1 لیٹر، کھجور (خشک):7-8، بادام:10 عدد، پستہ:12 عدد، سیاہ کشمش:1/2 کپ، گھی:2 کھانے کے چمچے، گرین الائچی:6 عدد، لونگ:4 عدد، چینی:10-11 کھانے کے چمچے یا حسبِ ذائقہ

ترکیب:

کھجوروں کو ساری رات پانی میں بھگوئے رکھیں، پھر بھیگی ہوئی کھجوروں کو کاٹ لیں پھر دودھ گرم کریں اور دودھ میں اور چینی ملا کے دودھ کو اچھی طرح پکا لیں کہ وہ خوب گاڑھا ہو جائے جب گاڑھا ہو جائے تو اس میں بھیگی ہوئی کھجوریں ڈال کے کچھ دیر پکائیں اور آنچ دھیمی کر دیں۔ دوسرے چولہے پر ایک برتن رکھیں اور اس میں گھی شامل کریں۔ پھر سبز الائچی اور لونگ شامل کر کے تھوڑی دیر پکائیں کہ خوشبو آنے لگے۔

پھر بادام، پستہ شامل کریں اور انہیں ہلکا سا فرائی کر لیں اور اس مکسچر کو ایک طرف رکھ دیں۔ اب ایک پین لیں اس میں سوئیوں کو ہاتھوں کی مدد سے کچل کر اس پین میں ڈال کے گولڈن براؤن ہونے تک پکائیں۔ اس دوران بہت زیادہ توجہ ہو کہ سوئیاں جلیں نہیں۔ اب اس میں سیاہ کشمش شامل کریں اور درمیانی آنچ پر پکائیں۔ اب اس مرکب میں کھجوروں کے ساتھ پکا ہوا دودھ، بادام اور پستے شامل کریں۔ پھر تھوڑی دیر پکائیں کہ سوئیاں اچھی طرح پک جائیں۔ پھر خوشبو کے لیے تھوڑا کیوڑا شامل کریں۔ 20 منٹ تک پکائیں۔ مزے دار سوئیاں تیار ہیں۔ ٹھنڈی کر کے سرو کریں۔

★

چکن مکھنی ہانڈی

اجزاء:

چکن بوٹی(آدھا کلو)بون لیس،پیاز (دوعدد) کچی پسی ہوئی،ہری مرچ(چھ عدد) کچلی ہوئی،فریش کریم ایک پیکٹ، تیل(آدھی پیالی،) گرم مصالحہ (ایک چائے کا چمچ)پسا ہوا،ہلدی(ایک چائے کا چمچ)،لال مرچ(ایک کھانے کا چمچ)پسی ہوئی،ادرک لہسن کا پیسٹ(ایک کھانے کا چمچ)،مکھن(دو کھانے کے چمچ)۔

ترکیب:

ایک ہانڈی میں تیل گرم کرکے کچی پسی ہوئی پیاز ہلکی گلابی کرلیں۔اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ،نمک، ہلدی اور پسی لال مرچ ڈال کر ہلکا سا بھونیں اور چکن بوٹی میں ڈال دیں۔جب چکن کا پانی خشک ہو جائے تو اس میں پسا گرم مصالحہ، کچلی ہوئی ہری مرچ، فریش کریم اور مکھن ڈال کر دس منٹ دَم پر رکھ دیں۔مزے دار چکن مکھنی ہانڈی سادے چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

بیت بازی

ع اپنی خوشیاں بھول جا سب کا درد خرید
سیفی تب جا کر کہیں تیری ہو گی عید

ع عید کا دن ہے سو کمرے میں پڑا ہوں اسلم
اپنے دروازے کو باہر سے مقفل کر کے

ع آج یاروں کو مبارک ہو کہ عید صبح ہے
راگ ہے، مے ہے چمن ہے دل ربا ہے دید ہے

ع عید کو بھی وہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے نہ ملیں
اک برس دن کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی

ع تجھ کو میری نہ مجھے تیری خبر جائے گی
عید اب کے بھی دبے پاؤں گزر جائے گی

ع چہرہ پہ تازگی ہے نہ آنکھوں میں وہ چمک
زندہ دلوں کا شہر اداسی میں گم ہوا
اب نہ ہاتھوں میں ہیں بچوں کے غبارے راہی
کھا گئی عید کی خوشیوں کو کرونا کی وبا

ع چاک دامن کو دیکھا تو ملا عید کا چاند
اپنی تصویر کہاں بھول گیا عید کا چاند
دور ویران بسیرے میں دیا ہو جیسے
غم کی دیوار سے دیکھا تو لگا عید کا چاند
تلخیاں بڑھ گئیں جب زیست کے پیمانے میں
گھول کے درد کے ماروں نے پیا عید کا چاند
چشم تو وسعت افلاک میں کھوئی ساغر
دل نے اک اور جگہ ڈھونڈ لیا عید کا چاند

مسنون اذکار

استخارہ مسنون طریقہ اور دعا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں کوئی معاملہ پیش آجائے اور آپ کو معلوم نہ ہو کہ آپ کے حق میں کیا بہتر ہے تو دو رکعت نفل پڑھو اس کے بعد یہ دعا پڑھو اور اس کے بعد اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَ اَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ وَاَسۡأَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ وَ تَعۡلَمُ وَلَا اَعۡلَمُ وَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ، اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَ مَعِیۡشَتِیۡ وَ عَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ فَاقۡدُرۡہُ لِیۡ وَ یَسِّرۡہُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡهِ، وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَ مَعِیۡشَتِیۡ وَ عَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ فَاصۡرِفۡهُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡهُ وَاقۡدِرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِهٖ.“ (ترمذی کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: یا اللہ میں آپ کے علم سے استخارہ کرتا ہوں اور آپ کی قدرت سے طاقت چاہتا ہوں اور آپ کے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ آپ قدرت رکھتے ہیں، میں قدرت نہیں رکھتا، آپ علم رکھتے ہیں، میں علم نہیں رکھتا، بے شک آپ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں، یا اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے بہتر ہے، میرے دین کے اعتبار سے بھی، میری دنیوی زندگی کے حساب سے بھی اور میرے انجامِ کار کے لحاظ سے بھی، تو اسے میرے لئے مقدر فرما دیجئے، اسے میرے لئے آسان کر دیجئے، اور اس میں مجھے برکت عطا فرمائیے، اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے برا ہے، میرے دین کے اعتبار سے یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے یا میرے انجامِ کار کے لحاظ سے تو اسے مجھ سے دور کر دیجئے، اور مجھے اس سے دور کر دیجئے، اور میرے لئے جہاں بھی بہتر ہو اس کو مقدر فرما دیجئے، اور اس پر مجھے راضی بھی کر دیجئے۔

استخارہ کا مطلب

استخارہ کا مطلب ہے کہ اللہ سے خیر طلب کرنا، بہتری کا سوال کرنا۔ انسان چونکہ آئندہ حالات سے ناواقف ہے اس کو معلوم نہیں کہ اس کے حق میں کیا بہتر ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے یہ مبارک عمل بتایا کہ جب تم فیصلہ نہ کر پاؤ کہ میرے حق میں کیا بہتر ہے اور آپ کے سامنے دو راستے ہوں تو اللہ سے بہتر والا کام اور راستہ مانگ لو۔

استخارہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں

استخارہ دن کو بھی کر سکتے ہیں اور رات کو بھی، اور سونا بھی کوئی ضروری نہیں بلکہ جب چاہیں کریں بس مکروہ وقت نہ ہو۔

www.fikreakhirat.org ﴿جامع مسجد رفاہِ عام﴾ FIKR-E-AKHIRAT

استخارہ مسنون طریقہ اور دعا

استخارہ کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑیں

جب آپ نے یہ مبارک عمل کرلیا تو اب کوئی خواب آنا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی خواب آنے کا وعدہ ہے بلکہ ان دونوں کاموں میں سے جس کی طرف میلان پا رہے ہیں یا جس کے اسباب مہیا ہو رہے ہیں اسی کام میں آپ کے لیے خیر ہے آپ اسی کو کرلیں، اور اگر دونوں میں سے کسی ایک طرف بھی آپ کا میلان نہیں پایا جاتا تو آپ کسی کو بھی اختیار کرلیں اللہ اسی میں آپ کے لیے بہتری ڈال دیں گے اور ممکن ہے کہ آپ کو اس میں بہتری نظر نہ آئے، آپ کہیں گے کہ استخارہ درست نہیں ہوا لیکن یقین رکھیں کہ یہی بہتر ہے۔

استخارہ کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس نے استخارہ کرلیا وہ نقصان نہیں پائے گا''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل کے بعد اللہ کی مدد بندے کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور دونوں راستوں میں سے جو بھی راستہ بندہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس میں اس کے لیے بہتری ڈال دیں گے۔

استخارہ کے بعد اطمینان رکھیں

استخارہ کے مسنون عمل کے بعد آپ اطمینان رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھیں کہ میں نے اللہ سے خیر اور بہتری طلب کرلی ہے اور یہ میرا کام جائز بھی ہے اللہ ضرور اس میں خیر کے اسباب پیدا کردے گا، اللہ کا نام لے کر اس کام کو کرلیں انشاء اللہ خیر ہوگی۔

مختصر استخارہ

بسا اوقات آدمی جلدی میں ہوتا ہے دو رکعت پڑھنے کا موقع نہیں ہوتا آدمی کو جلدی فیصلہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس وقت آدمی یہ دعائیہ کلمات پڑھ لے اور کام کرلے انشاء اللہ خیر ہوگی:

''اَللّٰھُمَّ خِرلِی وَاخْتَرْ لِیْ'' ترجمہ: اے اللہ میرے لیے خیر ڈال دے اور میرے لیے اس کام کو پسند فرما۔ (کنز ج ۷)

''اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَ سَدِّدْنِیْ'' ترجمہ: اے اللہ میری رہنمائی فرما اور مجھے درستگی عطا فرما۔ (مسلم ابواب الذکر)

''اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ'' ترجمہ: اے اللہ مجھے خیر اور بہتری کا الہام فرما۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

بیجا پابندیاں

آج کل لوگوں نے استخارہ کو ایک مشکل ترین معمہ بنایا ہوا ہے:

(۱) کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کی نماز میں کوئی خاص سورتیں پڑھنا ہوتی ہیں، حدیث میں کسی سورت کو متعین نہیں کیا گیا۔

(۲) کچھ لوگ کہتے ہیں استخارہ رات ہی کو کیا جاتا ہے اور اس کے لیے سونا ضروری ہے حالانکہ اللہ کے نبی نے ایسا نہیں فرمایا۔

(۳) کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ خواب آنا ضروری ہے حالانکہ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بس جس کام میں بہتری ہو اس کی طرف میلان ہونے لگے یا اس کام کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو جائیں تو یہی خیر اور بہتر ہے اور کچھ بھی نہ ہو تو پھر بھی کام کرلیں اللہ اس میں خیر ڈال دے گا۔

فکر آخرت

FIKR-E-AKHIRAT

www.fikreakhirat.org ﴿جامع مسجد رفاہ عام﴾